ماہنامہ مومن لاہور

ستمبر 2003ء



معراجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم — حافظ محمد حسام اللہ

چراغِ راہ — محترمہ اُمّ کلثوم خان

اسلام اور سائنس — ملک محمد ارشد

کائنات کی تخلیق پر غور و فکر — ڈاکٹر فضل کریم

نمازِ تہجد اور اسکی فضیلت — محمد اسلم جاوید

Scanned with CamScanner

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

ماہنامہ مومن لاہور

جلد نمبر 4 شمارہ نمبر 9 ستمبر 2003ء

صدر نشین غلام رسول شاہد

نگران و منتظم محترمہ اُمِّ کلثوم خان

مدیر مزین رسول ہاشمی

مارکیٹنگ ایگزیکٹو شفاعت رسول ہاشمی

سرکولیشن منیجر غلام مجتبیٰ

قانونی مشیر خلیل احمد ایڈووکیٹ

زیر سرپرستی

سلسلۂ عالیہ توحیدیہ

G-92 ماڈل ٹاؤن لاہور

بدل اشتراک

	فی شمارہ	سالانہ
پاکستان	20روپے	200روپے
انگلستان	1پونڈ	10پونڈ
متحدہ عرب امارات	4درہم	40درہم
سعودی عرب	4ریال	40ریال

خط وکتابت: پوسٹ بکس نمبر 5050 لاہور پاکستان

اشتہار، وترسیل زر: B-12 سٹی ٹاور 12 ایبٹ روڈ رائل پارک لاہور پاکستان

موبائل: 0300-84[illegible]

+9242-5881290 فیکس: +9242-6373219

email:rasul92@hot[illegible]

www.momin.biz

اعلیٰ اخلاق تقویٰ کی معراج ہے اور بداخلاقی فسق وفجور کی نمائندہ! من حیث الفرد ہو یا من حیث القوم، جب تک معاشرے کے افراد کا اخلاق اچھا نہ ہو ایک ایسا معاشرہ قائم ہو ہی نہیں سکتا جو راحت و سکون اور امن وسلامتی اور خوشحالی کا مظہر ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم مسلمان جن کے لیے حضور اقدس ﷺ کو اسوۂ حسنہ یعنی اخلاق حسنہ کا مکمل نمونہ بنا کر بھیجا گیا آپ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے حوالے سے کہاں کھڑے ہیں؟ لہٰذا آپ ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے سے فرقہ واریت، وعدہ خلافی، جھوٹ، تکبر، اناپسندی، بخل، عیب جوئی اور غیبت وغیرہ کا تو ایک مسلمان مومن و مومنہ کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں ہونا چاہیے! جس کے اخلاق عالیہ بہترین ہونگے اسے اتنا ہی قرب الٰہی اور معرفت وحکمت نصیب ہوگی اور اپنے رب کی معرفت وحکمت کے بغیر انسان کو نہ تو اللہ کی نعمتوں کی قدر ہوتی ہے اور نہ ہی اپنے خالق و مالک کی۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے محسن ومنعم حقیقی کو پہچانتے ہوئے اسی کے فرمانبردار اور شکرگزار بندے بن جائیں اور اپنے پیارے رسول کریم سرکارِ دو عالم، فخرِ موجودات، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق عالیہ اپنائیں جو سچائی، ایمانداری، جرأت و بہادری، حیاء، خوف خدا، عفو و درگزر، رحمدلی، زہد وتقویٰ، سادگی، شفقت، صلح پسندی، ضبط و صبر، طہارت و پاکیزگی، عدل و انصاف، قناعت و فیاضی، نرم مزاجی، وعدے کی پابندی، ہمدردی الغرض ہر اس خوبی سے مزین تھے جو اللہ کو پسند ہے۔

صدر نشین

حُسنِ اِنتخاب

رجب المرجب	محترمہ ام کلثوم خاں	4	حضرت خواجہ باقی باللہ	محمود اقبال	29
علم القرآن	حافظ مشتاق احمد	5	خوف وحزن	خورشید احمد گیلانی	30
معراج رسول ﷺ	حافظ محمد حسام اللہ	6	کائنات کی تخلیق پر غور وفکر	ڈاکٹر فضل کریم	32
چراغِ راہ	محترم ام کلثوم خان	10	حضرت لقمان حکیم	ڈاکٹر جمیلہ شوکت	33
حکمتِ معراج	حکیم محمد سعید	13	معیار تعلیم کا نقصان دہ فقدان	مزین رسول	39
احکام حجاب	عبدالمالک چترالی	15	اسلام اور سائنس	ملک محمد ارشد	41
نماز تہجد	محمد اسلام جاوید	17	عربی الفاظ کا تلفظ	غلام رسول شاہد	46
غیبت سے اجتناب کا حکم	شیریں گل رانا	20	حصول علم اور خواتین	آصفہ سعید	47
حضرت شعیبؑ	شفاعت رسول	22	خون کی کمی	ڈاکٹر عظمیٰ نورین	51
حضرت قباث بن اشیمؓ	طالب الہاشمی	25	کہکشاں	عائشہ رسول	56
اسلام اور ضرورت مُرشد	ملک حسن اختر	26			

آئندہ شمارہ میں اِن شاء اللہ

سیرت النبی ﷺ، اخلاقیات، ایمانیات، تصوف، نفسیات، صحت و سلامتی اور حالات حاضرہ، جیسے عنوانات پر تحقیقی مضامین

پرنٹر و پبلشر: غلام رسول شاہد پچھان پبلی کیشنز B-17 سٹی ٹاور 12 ایبٹ روڈ رائل پارک لاہور

اسلامی ماہ رجب المُرجب

رجب المُرجب اسلامی سال کا ساتواں مہینا ہے رجب کے لغوی معانی تعظیم وتکریم کے ہیں حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا فرمان ہے کہ رب اللہ کا مہینا ہے شعبان میرا اور رمضان میری اُمت کا مہینا ہے اس ماہ مبارک میں نفلی روزے رکھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ماہِ رجب کی ایک بہت بڑی خصوصیت معراج نبوی ﷺ ہے۔ جو بالاتفاق ستائیس رجب المرجب بروز پیر دس نبوی شریف بمطابق آٹھ مارچ 620ء یعنی دو سال قبل ہجرت ہوئی۔ اکثر مسلمان اسی ماہِ مبارک میں فریضہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اس لیے گاؤں، دیہاتوں میں اسے زکوٰۃ کے مہینے سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

معتبر روایات کے مطابق نماز پنجگانہ کی فرضیت اسی ماہِ کی شب معراج میں ہوئی۔ اسی محترم ماہ میں چند مُتبرک ہستیوں کی وفات بھی ہوئی۔ جن میں اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ، اُمّ المؤمنین حضرت حفصہؓ، حضرت عبداللہ ابنِ السلامؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت اسامہ ابنِ زیدؓ شامل ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدینؒ کی وفات بھی اسی ماہِ مبارکہ میں ہی واقع ہوئی۔

رجب کا لفظ ''ترجیب'' سے مشتق ہے۔ اہلِ عرب کے ہاں یہ تعظیم کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عربی میں اسے ''الرجبۃ'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ''الرجبۃ'' اُس دیوار کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت کے اردگرد بنائی جاتی ہے۔ عربوں کے نزدیک ''ترجیب'' یہ تھا کہ جب کھجور کا درخت جھک جائے تو اسے گرنے سے بچانے کے لیے ستون لگایا جاتا ہے۔ اسی طرح اس ماہِ مبارک میں کیے جانے والے اعمالِ صالح خصوصی طور پر ایمان والوں کے ایمان کی سلامتی اور حفاظت کا ضامن بنتے ہیں۔ اسی طرح اس ماہ کو شہر اللہ الاصم بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ سے مروی ہے کہ جب ماہِ رجب کا چاند طلوع ہوا تو آپ ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ شریف دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''سُنو! یہ اللہ تعالیٰ کا مہینا ہے یہ تمھاری زکوٰۃ کا مہینا ہے لہٰذا جس پر قرض ہے وہ اپنا قرض ادا کرے پھر بقیہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

''شہر اصم'' اس ماہ کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو اپنے بندوں کے ظلم اور ذلت سے ''بہرہ'' بنا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی امت پر اس ماہ میں عذاب نازل نہیں ہوا۔ اللہ رب العزت نے اسے اپنی مخلوق پر ظلم وذلت سے بہرہ اس لیے بھی بنادیا تا کہ قیامت کے دن یہ مہینہ کسی بندے کے خلاف گواہی نہ دے بلکہ مسلمانوں کے حق میں گواہی دے۔ کیونکہ یہ ماہِ مکرّم تو صرف بندوں پر فضل اور اُن کے اعمالِ صالح کو سنتا ہے۔ اسی ماہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی پر سوار ہونے کا حکم دیا اور وہ آپؑ کے رفقاء کو لیکر چھ ماہ تک چلتی رہی۔ اس ماہ کو شھر اللہ الاحب بھی کہا گیا جس کا مطلب یہ ہے اس مہینے میں اللہ کے بندوں پر اسکی رحمت بہائی جاتی ہے اور انہیں اس قسم کے اعزازات سے نوازا جاتا ہے کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان سے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں انکا خیال پیدا ہوا۔

حضور سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ماہِ رجب اور شعبان میں اکثر نفلی روزے رکھا کرتے تھے چنانچہ اس ماہ میں نفلی روزے رکھنے کا بہت ثواب ہے۔ بزرگ فرماتے ہیں کہ رجب ترکِ ظلم، شعبان عمل ووفا اور رمضان صدق وصفا کا مہینا ہے۔ رجب توبہ کا، شعبان محبتِ الٰہی اور رمضان قربِ خداوندی کا مہینا ہے۔ ایک اور کہاوت ہے کہ رجب کھیتی بونے، شعبان پانی دینے اور رمضان المبارک کھیتی کاٹنے کا مہینہ ہے۔ الغرض رجب، شعبان اور رمضان المبارک تینوں مہینوں کا عبادت، بزرگی اور اجر کے لحاظ سے آپس میں بہت گہرا ربط ہے اور یہ تینوں مہینے بڑی فضیلت اور بزرگی والے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت جبرئیلؑ اللہ کے اسی حکم سے ماہ کی ستائیسویں شب آپ ﷺ پر رسالت لے کر آسمان سے اُترے۔ اس ماہ مبارک میں صدقہ، خیرات کے ساتھ توبہ، استغفار کے نوافل کثرت سے ادا کرنے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ اپنے والدین اور خصوصاً مرحوم بزرگوں کی ارواحِ مبارکہ کو ایصال ثواب پہنچانے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے تلاوت کلام پاک کثرت سے کرنی چاہیئے۔ سورۃ الکوثر، سورۃ الکافروں، درودِ ابراہیمی اور دوسرے کلمہ شریف کا ورد کثرت سے کرنا چاہیئے۔

اُمِ کلثوم خان

علم القرآن

حافظ مشتاق احمد

قسط نمبر 16

91- سورۃ الشمس

☆ یہ سورۃ مبارکہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس کی پندرہ آیتیں ہیں۔ سورۃ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے سورج کی روشنی اور چاند کے اُس کے پیچھے آنے کی، دن اور رات کے آنے کی، آسمان و زمین اور نفس کی قسم کھا کر فرمادیا کہ انسان پر دونوں راستے کھول دیے گئے ہیں چاہیے تو پھٹ کر علیحدہ ہوجائے چاہے تو تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ جُڑ جائے اور یہ کہ دائمی فلاح اسی کا مقدر ہوگی جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کرلیا اور جس نے اپنے آپکو نفس کے حوالے کردیا اور خواہشات کا غلام بناوہ تباہ و برباد ہوگیا۔ سورۃ مبارکہ کے آخر میں قوم ثمود کی ہلاکت کا ذکر ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول حضرت صالحؑ کی تکذیب کرتے ہوئے اللہ کے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوا۔ لہٰذا جس کسی نے بھی اللہ کی نشانیوں کا مذاق اُڑایا اس کا یہی حال ہوگا۔

92- سورۃ الّیل:

یہ سورۃ مبارکہ بھی مکی ہے اور اسکی اکیس آیتیں ہیں۔ سورۃ مبارکہ کا آغاز بھی رات کے چھا جانے اور دن کے روشن ہوجانے کی قسم اور نر اور مادہ کی قسم کھا کر انسان کے کمائے ہوئے مختلف اعمال و اشغال سے ہورہا ہے۔ جو وہ اس دنیا میں کمارہا ہے۔ سو بامراد انسان وہ ہوگا۔ جو خرچ کرتا رہا اللہ کی راہ میں اور تقویٰ سے رہا اور اللہ کی ہر بات کو حق و سچ جانا اُسکے لئے اللہ تک پہنچنے میں آسانیاں ہوجائینگی۔ دوسری طرف بخیل بے پرواہ اور اللہ کے پیغام کو جھوٹا سمجھنے والا سختیوں کی طرف پہنچا دیا جائے گا۔ مزید ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذمہ راہ سمجھا دینا ہے۔ آخرت اور دنیا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

آخر میں انسان سے براہِ راست خطاب ہورہا ہے کہ تمہیں اللہ کی طرف سے بھڑکتی آگ کی خبر دی جارہی ہے۔ اور بڑا بدبخت ہے وہ جس نے جھٹلاتے ہوئے منہ پھیر دیا اور وہی جہنم میں گرا، سو بچے گا وہی جس نے اپنے نفس کی پاکیزگی کے لئے انفاق کیا یہی روزِ آخرت میں راضی ہوگا۔

93- سورۃ الضحیٰ:

سورۃ الضحیٰ مکی سورۃ مبارکہ ہے اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ کا آغاز دھوپ کے چڑھنے اور رات کے چھا جانے کی قسم کھا کر اس لیے ہورہا ہے کہ آگے جو بات آنے والی ہے وہ اسی طرح سچ اور ہوکر رہنے والی ہے کہ جیسے دن اور رات کا آنا جانا یہ دونوں امور ہر حال ہوکر رہتے ہیں۔ سو اب یہ بھی ہوکر رہے گا کہ حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس آئیں اور وحی کا سلسلہ جاری رہے۔ سورۃ مبارکہ کی شانِ نزول کچھ یوں ہے کہ حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کے پاس غالباً پہلی وحی لانے کے بعد کچھ عرصہ وحی نہ لائے جس سے مشرکین نے کہنا شروع کردیا کہ آپ ﷺ کو اُن کے رب تعالیٰ نے رخصت کردیا ہے۔ یہاں ان مشرکین کی بات کو رَد کیا جارہا ہے اور فرمایا جارہا ہے کہ آپ ﷺ کی آنے والی حالت مبارکہ پچھلی حالت سے کہیں بہتر اور ارفع ہوگی۔ اسکے بعد حضور نبی کریم ﷺ پر کیے جانے والے انعام و اکرام کا بیان ہے۔ کہ آپ ﷺ کے رب نے آپکو یتیم پایا پھر ہجرتِ مدینہ کی صورت مدینہ شریف میں جگہیں دیں۔ کوئی واضح اور صحیح حتمی راستہ نہ تھا۔ جس پر چل کر انسان اپنے خالقِ حقیقی تک پہنچ سکتا دین اسلام کی صورت میں وہ عطا فرمایا۔ آپ ﷺ مفلس تھے ظاہری و باطنی تمام نعمتیں آپ ﷺ کو عطا کردی گئیں۔ لہٰذا اب آپ ﷺ یتیم کی خبرگیری اور دلجوئی کریں، مانگنے والے کو مت جھڑکیں اور جو نعمت خصوصاً نورِ ہدایت و ایمان کی نعمت جو اصل نعمت ہے لوگوں میں کھول کر بیان کردیں۔ چنانچہ اُمتِ مسلمہ پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہے کہ وہ بھی اللہ رب العزت کے احسانات، انعامات کا بیان کریں اور پیغامِ حق لوگوں تک پہنچائیں۔

94- سورۃ الم نشرح

یہ سورۃ مبارکہ مکی ہے اور اسکی آٹھ آیتیں ہیں۔ اس سورۃ مبارکہ میں بھی رسول کریم ﷺ پر اللہ کی طرف سے خصوصی انعام و اکرام کا ذکر ہے چنانچہ شروع آیت میں ہی فرمایا جارہا ہے کہ کیا ہم نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک کھول نہیں دیا اور شرح صدر نہیں کردیا جس سے پوری کائنات آپ ﷺ پر منکشف ہوگئی۔ منصبِ رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کرکے خاطر شریف پر جوگرانی گزر رہی تھی وہ بھی دور کردی۔ اور آپ ﷺ کا چرچا اور شہرہ پوری کائنات میں پھیلادیا۔

آخر میں اہلِ ایمان کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ آسانیاں تکلیفات کے ساتھ ہیں آسانیاں چاہتے ہو تو مشکلات کا سامنا خندہ پیشانی اور برداشت کے ساتھ کرتے جاؤ اور جب اپنے فرائض منصبی سے فراغت ہوجائے تو اپنے رب کریم کیطرف رجوع کرلیا کرو کہ اسی میں ساری برکتیں ہیں۔ ❀

معراج رسول ﷺ

حافظ محمد حسام اللہ

☆ رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے معراج کا واقعہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل اور ہماری مادی دنیا سے بالکل ہی ماوراء اور عقل انسانی کے قیاس و گمان کی سرحدوں سے بالا تر ہے۔ معراج کا دوسرا نام ''اسراء'' بھی ہے اسراء کے معنی رات کو چلانا یا رات کو لے کر جانا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کے واقعہ معراج کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً

کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے اس لیے اسے اسراء کا نام دیا گیا اور چونکہ احادیث میں معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور اقدس ﷺ نے **عُرِجَ بِی** (مجھ کو اوپر چڑھایا گیا) کا لفظ ارشاد فرمایا اس لیے اس واقعہ کو معراج کا نام دیا گیا۔

احادیث و سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کو بہت سے صحابہ کرامؓ نے بیان کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے 45 صحابیوں کو نام بنام گنایا ہے جنہوں نے حدیث معراج کو روایت کیا ہے۔

معراج کب ہوئی؟

ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ میں معراج کا واقعہ پیش آیا ابن قتیبہ دینوری (المتوفی ۶۷۸ھ) اور عبدالبرؒ (المتوفی ۴۶۳ھ) اور امام نوویؒ اور دوسرے جلیل القدر محدثین نے بیان کیا کہ واقعہ معراج رجب کے مہینے میں ہوا۔ اور محدث عبدالغنی مقدسی نے رجب کی ستائیس تاریخ بھی متعین کر دی ہے اور علامہ زرقانی نے تحریر کیا ہے کہ لوگوں کا اسی پر عمل ہے اور بعض مورخین کی رائے ہے کہ یہی سب سے زیادہ قوی روایت ہے۔ (زرقانی جلد ۱ صفحہ ۳۵۵ تا ۳۵۸)

معراج کتنی بار ہوئی؟

جمہور علمائے امت کا کہنا ہے کہ معراج بحالت بیداری، جسم و روح کے ساتھ ایک بار ہوئی۔ جمہور صحابہ کرام و تابعین اور فقہا و محدثین نیز صوفیا کرام کا یہی مذہب ہے چنانچہ ملا جیونؒ (اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے استاد) نے تحریر کیا ہے کہ

''اور سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ **معراج** بحالت بیداری جسم و روح کے ساتھ ہوئی یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ معراج فقط روحانی ہوئی یا معراج فقط خواب میں ہوئی وہ شخص بدعتی و گمراہ اور گمراہ کن اور فاسق ہے۔''

دیدار الٰہی

کیا معراج میں حضور اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا۔ اس مسئلہ میں سلف صالحین کا اختلاف ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور بعض صحابہؓ اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ نے شب معراج اللہ کا دیدار نہیں کیا۔ بعض علمائے سلف مثلاً حضرت سعید بن جبیرؒ تابعی نے اس معاملے میں توقف کیا اور سکوت اختیار کیا مگر صحابہ کرامؓ اور تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی قائل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت کو اپنی چشم سر سے دیکھا۔ (شفاء جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۲۰ تا ۱۲۱)۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت کعبؓ ایک مجلس میں جمع ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ بلاشبہ حضور اکرم ﷺ نے معراج میں اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ یہ سن کر حضرت کعب نے اس زور سے نعرہ بلند کیا کہ پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ اور فرمایا بے شک حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا اور حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اسی طرح حضرت ابوذر غفاریؓ نے ''ما کذب الفؤاد ما رایٰ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ ''رایت ربی'' یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت حسن بصریؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ حضرت امام حنبلؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ وہ بھی معراج میں حضور اقدس ﷺ کے دیدار خداوندی کے قائل تھے (شفاء جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۰)

صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے شریک بن عبداللہ نے معراج کی جو روایت بیان کی ہے اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں

ترجمہ: حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لائے اور عزت والا جبار (اللہ رب العزت) یہاں تک قریب ہوا اور نزدیک آیا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اپنے محبوب کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی شان و شوکت اور آن بان کے ساتھ اپنا مہمان بنا کر عرش اعظم پر بلایا اور خلوت گاہ راز میں ''فاوحی الی عبدہ ما اوحی (سورۃ نجم)

کے راز و نیاز کے کلام سے سرفراز بھی فرمایا۔ مگر ان بے پناہ عنایتوں کے باوصف اپنے حبیب کو اپنا دیدار نہیں کرایا اور حجاب فرمایا۔ یہ ایسی بات ہے جو مزاج عشق و محبت کے نزدیک مشکل ہی سے قابل قبول ہو

سکتی ہے کیونکہ کوئی بلند مرتبہ میزبان اپنے مہمان گرامی کو اپنی ملاقات سے محروم رکھے اور اپنا دیدار بھی نہ کرائے۔ یہ عشق و محبت کا ذوق رکھنے والوں کے نزدیک بہت ہی ناقابل فہم بات ہے۔

مختصر تذکرہ معراج

شب معراج آپ ﷺ کے گھر کی چھت کھلی اور ناگہاں حضرت جبریل امینؑ چند فرشتوں کے ساتھ اترے اور آپ ﷺ کو حرم کعبہ میں لے جا کر آپ ﷺ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب اطہر کو نکال کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر ایمان و حکمت سے بھرے ہوئے ایک طشت کو آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں انڈیل کر شکم مبارک کو برابر کر دیا۔ پھر آپ ﷺ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس تشریف لائے۔ براق کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ کی آخری حد ہوتی تھی۔ بیت المقدس پہنچ کر براق کو آپ ﷺ نے اس حلقہ میں باندھ دیا جس میں سابقہ انبیاء کرامؑ اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے تمام انبیاء و مرسلین کو جو وہاں حاضر تھے دو رکعت نماز نفل باجماعت پڑھائی (تفسیر روح البیان جلد ۵ صفحہ ۱۱۲)

جب یہاں سے نکلے تو جبریل امینؑ نے شراب اور دودھ کے دو پیالے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیے۔ آپ ﷺ نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ یہ دیکھ کر جبریل نے کہا آپ ﷺ نے فطرت کو پسند کیا۔ اگر آپ ﷺ شراب کا پیالہ اٹھا لیتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

اس کے بعد حضرت جبریل امینؑ آپ ﷺ کو لے کر آسمان پر چڑھے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے اور دوسرے پر حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے جو دونوں خالہ زاد بھائی بھی تھے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی اور کچھ گفتگو بھی ہوئی۔

تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ سے اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر پہنچے تو وہاں حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی وہ بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ بوقت ملاقات ہر پیغمبر نے آپ ﷺ کو "خوش آمدید! اے پیغمبر صالح" کہہ کر آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ پھر آپ کو جنت کی سیر کرائی گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ اس درخت پر جب انوار الٰہی کا پرتو پڑا تو ایک دم اس کی صورت بدل گئی اور اس میں رنگ برنگ کے انوار کی ایسی تجلی نظر آئی کہ اس کیفیت کو الفاظ ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ یہاں پہنچ کر حضرت جبریلؑ ٹھہر گئے کہ اب اس سے آگے میں نہیں بڑھ سکتا۔ پھر سبحانہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو عرش بلکہ جہاں چاہا بلا کر آپ ﷺ کو باریاب فرمایا اور خلوت گاہ راز میں راز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جنکی لطافت و نزاکت الفاظ کے بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید میں "فاوحی الی عبدہ ما اوحی" کے رمزو اشارہ میں خداوند عالم نے اس حقیقت کو بیان فرما دیا ہے۔

بارگاہ الٰہی سے بے شمار عطیات اور تحائف کے علاوہ تین خاص انعامات مرحمت ہوئے جن کی عظمتوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کون جان سکتا ہے۔

۱: سورۃ بقرۃ کی آخری آیات

۲: یہ خوشخبری کہ آپ ﷺ کی امت کا ہر وہ شخص جس نے شرک نہ کیا ہو، بخش دیا جائے گا۔

۳: امت پر پچاس وقت کی نماز۔

جب آپ ﷺ ان خداوندی عطیات اور تحائف کو لے کر واپس ہوئے تو حضرت موسیٰؑ نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کی امت سے ان پچاس نمازوں کا بار نہ اٹھ سکے گا۔ لہٰذا آپ ﷺ واپس تشریف لے جایئے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی درخواست کیجیے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے کہنے پر چند بار آپ ﷺ بارگاہ خداوندی میں آتے جاتے اور عرض پرداز ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ صرف پانچ وقت کی نمازیں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا کہ میرا قول نہیں بدل سکتا اے محبوب! آپ کی امت کے لیے یہ پانچ نمازیں بھی پچاس کے برابر ہونگی کہ نمازیں تو وہ پانچ ہی پڑھے گی مگر اجر و ثواب ان کو پچاس نمازوں کا عطا کروں گا۔

پھر آپ ﷺ عالم ملکوت کی اچھی طرح سیر فرما کر اور آیات الٰہیہ کا معائنہ و مشاہدہ فرما کر آسمان سے زمین پر تشریف لے آئے۔ اور بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ اور براق پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ ﷺ نے بیت المقدس سے مکہ مکرمہ تک کی تمام منزلوں اور قریش کے قافلہ کو بھی دیکھا۔ ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد آپ ﷺ مسجد حرام میں پہنچ کر، (چونکہ ابھی رات کا کافی حصہ باقی تھا) اس لیے استراحت فرما ہو گئے۔

صبح کے وقت جب آپ ﷺ نے رات کے واقعات کا تذکرہ قریش کے سامنے کیا تو رؤسائے قریش کو سخت تعجب ہوا۔ یہاں تک کہ بعض کور باطنوں نے آپ ﷺ پر غلط بیانی کا الزام عائد کیا اور مختلف قسم کے سوالات کیے۔ چونکہ رؤسائے قریش نے بار بار

بیت المقدس دیکھا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کبھی بھی بیت المقدس نہیں گئے ہیں اس لیے بطور امتحان ان لوگوں نے آپ ﷺ سے بیت المقدس کے در و دیوار اور اس کی محرابوں وغیرہ کے بارے میں سوالات کی بوچھاڑ کر دی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے سارے حجابات اٹھا دیئے اور آپ ﷺ کی نگاہ نبوت کے سامنے بیت المقدس کی پوری عمارت کا نقشہ پیش فرما دیا۔ چنانچہ کفار قریش آپ ﷺ سے سوالات کرتے جاتے اور آپ ﷺ عمارت کو دیکھ دیکھ کر ان سوالوں کے ٹھیک ٹھیک جواب دیتے جاتے تھے۔ (بخاری ومسلم۔ شفاء جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۵۸ تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۵ صفحہ نمبر ۴ تا ۱۰)

سفر معراج کی سواریاں

امام علائی نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ معراج میں حضور اقدس ﷺ نے پانچ قسم کی سواریوں پر سفر فرمایا۔

۱۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک براق پر۔

۲۔ بیت المقدس سے آسمان اوّل تک نور کی سیڑھیوں پر۔

۳۔ آسمان اوّل سے ساتویں آسمان تک فرشتوں کے بازوؤں پر۔

۴۔ ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبریلؑ کے بازو پر۔

۵۔ سدرۃ المنتہیٰ سے مقام قاب قوسین تک رفرف پر (تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۵ صفحہ نمبر ۱۰)

سفر معراج کی منزلیں

بیت المقدس سے مقام قاب قوسین تک پہنچنے میں آپ ﷺ نے دس منزلوں پر قیام فرمایا اور ہر منزل پر کچھ گفتگو ہوئی۔ اور آپ ﷺ نے بہت سی خداوندی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔

اوّل آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا آسمان، چوتھا آسمان، پانچواں آسمان، چھٹا آسمان، ساتواں آسمان سدرۃ المنتہیٰ، مقام مستویٰ جہاں آپ ﷺ نے قلم قدرت کے چلنے کی آوازیں سنیں، اور عرش اعظم (تفسیر روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۰)

معراج کس لیے؟

قرآن حکیم میں معراج کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد خداوندی ہے:

"لنریہ من ایاتنا" یعنی ہم نے اپنے حبیب ﷺ کو معراج میں اس لیے بلایا تاکہ ہم ان کو اپنی قدرت اپنی ربوبیت، اپنی حکمت غرض اپنی تمام صفات کی آیات بینات اور عالم ملک وملکوت کی تمام کائنات کا مشاہدہ کرادیں۔

خداوند قدوس کی نشانیاں دو قسم کی ہیں ایک آیات صغریٰ یعنی چھوٹی نشانیاں اور دوسری آیات کبریٰ یعنی بڑی بڑی نشانیاں۔

سورہ النجم میں رب جلیل نے فرمایا

"لقد راء یٰ من ایات ربہ الکبریٰ

یعنی محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا۔

مطلب یہ ہے کہ آیات صغریٰ تو بہت سے خواص یعنی اولیاء وانبیاء علیہم السلام کو دکھائی گئیں مگر آیات کبریٰ یعنی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ یہ صرف نبی آخر الزماں ﷺ ہی کا حصہ تھا۔ جن کو دکھانے کے لئے رب العرش نے آپ ﷺ کو معراج میں بلایا۔

اب رہا یہ سوال کہ کن کن آیات کبریٰ کا رب العزت نے اپنے محبوب کو مشاہدہ کرایا اور کون کون سی بڑی بڑی نشانیوں کو حبیب خداؐ نے دیکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا علم اللہ اور اس کے رسولؐ کے سوا کسی کو نہیں۔ اس کو تو بس دکھانے والا ہی جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا دکھایا اور دیکھنے والا ہی جانتا ہے انہوں نے کیا کیا دیکھا؟ ❁

محبوب کبریا

سفر ہے چاند کا رخ سوئے مصطفیٰ ﷺ تو نہیں
قسم خدا کی یہ پستی ہے ارتقا تو نہیں
کھلا یہ راز بھی معراج سرور دیں سے
زمین و عرش میں کچھ ایسا فاصلہ تو نہیں
یہ دیکھنا ہے کہاں تک ہے پیروی رسول ﷺ
عمل کی راہ سے انسان گریزاں تو نہیں
یہاں تو غیر بھی اپنے دکھائی دیتے ہیں
یہ سر زمین مدینہ ہے کربلا تو نہیں
یہ احترام تھا سرکار ﷺ کا شب اسریٰ
وگرنہ وقت کسی کے لئے رکا تو نہیں
سوا حضور ﷺ کے آدمؑ سے ابن مریمؑ تک
نبی ہیں سب کوئی محبوب کبریا تو نہیں
تم اپنے قلب میں دیکھو تو جھانک کر اعجاز
اس آئینے میں کوئی عکس دوسرا تو نہیں

شب معراج

ارتقائے عالم امکاں معراج رسولؐ
پستیوں پر آج تک خنداں ہے معراج رسولؐ
رک گئی تھی آج شب وقت کی رفتار بھی
بے نیاز گردش دوراں ہے معراج رسولؐ
آدمی کی عظمتوں کا تذکرہ کرتے رہو
انتہائے عظمت انساں ہے معراج رسولؐ
آدمی کو رب سے ملنے کا سلیقہ آ گیا
نوع انساں پر عظیم احساں ہے معراج رسولؐ
عزم تسخیر قمر، مریخ کی منزل میں ہے
آج بھی تو سلسلہ جنباں ہے معراج رسولؐ
تا سحر اب ذکر سبحان الذی اسریٰ رہے
آج کی شب سب کے گھر مہماں ہے معراج رسولؐ
کیوں نہ ہو اعجاز روشن شعر مثل کہکشاں
اس قصیدے کا میرے عنواں ہے معراج رسولؐ



Adarts-SAF-2/2002

چراغِ راہ

محترمہ اُم کلثوم خان

☆ اسلام نے جو عزت، احترام اور مقام عورت کو دیا دور حاضر میں اس کا شعور اجاگر کرنے کی ازحد ضرورت ہے۔ دوسری طرف یہ بات بھی نہایت ضروری ہے کہ عورت کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے استوار کیا جائے تاکہ وہ معاشرتی ذمہ داریاں پوری خوش اسلوبی سے نبھا سکے۔ خواتین کے بیشتر مسائل میرے اور آپکے علم میں ہیں۔ اس لئے آپ جیسی پڑھی لکھی خواتین کو چاہیئے کہ معاشرے کی ستائی ہوئی خواتین کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ اور فلاح و بہبودی کے کام کو آگے بڑھائیں۔ اسلام کی تعلیم کا نچوڑ اخلاق عالیہ کا فروغ ہے۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ اخلاقی ترقی پر اتنا ہی زور دیتے تھے جتنا کہ روحانی ترقی پر۔

اخلاقی ترقی سے بہت سے نفسیاتی مسائل ازخود حل ہو جاتے ہیں۔ معاشرہ کے بیشتر لوگ احساس کمتری کے چنگل سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ چوری، چکاری اور عورتوں پر زیادتی جیسے واقعات اخلاقی تنزل اور تربیت کی کمی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس لیے آپ سب بہنیں قرآن کی روشنی کو گھر گھر پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ محبتیں بانٹیں اور نفرتیں دھو ڈالیں۔ آپ میں سے ہر بہن معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔ آپ روحانی اور اخلاقی طور پر تربیت یافتہ ہیں اس لیے آپ پر فرض ہے کہ معاشرتی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

قرآن حکیم نے مسلمانوں کو امت وسطیٰ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ جس کا مطلب ہے ایسی امت جو ہر رنگ، نسل، وطن اور قوم سے برابر کے فاصلے پر کھڑی ہے اور ہر ایک سے حریفانہ نہیں عادلانہ رویہ رکھتی ہے۔ اس کا سفر ذات سے شروع ہو کر کائنات اور فرد سے بین الاقوامیت تک جاری رہتا ہے۔ خواہ وقت سازگاری کرے یا نہ اور رفتار زمانہ ساتھ دے یا نہ اس کا ہدف تبدیل نہیں ہوگا۔ یہ حلیف تو سب کی ہے حریف کسی کی نہیں۔ کیونکہ اس کا خمیر دعوت سے اٹھایا گیا ہے۔ دعوت کے دامن میں تعصب کا ٹانکا لگ ہی نہیں سکتا۔ دعوت سر بسر نصیحت، خیر خواہی، امن، محبت، اخوت اور قربت ہے۔ اگر یہ چیزیں نہ ہوتیں تو ہم کبھی امت نہ بنتے اور نہ امت کے دائرے میں مختلف براعظم متضاد نسلیں۔ مخالف زبانیں اوپری رنگتیں سما سکتیں۔ فارس کے سلمان، حبشہ کے بلال، روم کے صہیب قرون کے اویس، بسطام کے بایزید، بغداد کے جنید، ہجویر کے سید علی اور اجمیر کے خواجہ معین الدین امت رسول کے دامن میں جذب ہوتے چلے گئے۔ براعظم کا اختلاف آڑے آیا نہ علاقے کا فرق محسوس ہوا۔ نہ رنگ رکاوٹ بنے اور نہ نسلی دیواریں ٹھہریں۔

لیکن اب لوگوں کی ادھوری سوچ۔ بانجھ فکر۔ لولی لنگڑی سیاست۔ دم کٹی ذہنیت نے لوگوں کو سنی۔ شیعہ۔ دیوبندی۔ بریلوی وہابی اور مقلد و غیر مقلد کے چکروں میں ڈال دیا ہے۔ وہ شاہراہ صراط مستقیم چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر آگئے ہیں۔ اور امت وسطیٰ ملت واحد کے گھنے سایوں کی بجائے غیروں کا سائبان مستعار لئے ہوئے ہیں۔ امن، بھائی چارہ تعاون و ہمدردی، رواداری اور اخوت چھوڑ کر نفرت کے الاؤ۔ خون کے چھینٹے اور غیریت کے بھوت پریت پائے ہیں۔ جینے کا یہ ڈھنگ تو ہمیں اور بھی بے ڈھنگا بنا دے گا۔ گروہوں کی بالا دستی۔ علاقائی تعصب، فرقہ بندی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی۔ سیاسی مسائل کے ہجوم اور نسلی۔ علاقائی اور مذہبی چپقلشیں مسلمانوں کے جان اور ناموس کا ضیاع ہیں۔ اور عالمی سطح پر رسوائی کا سامان۔ کیا دور حاضر میں طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ فرقہ فرقہ ہو کر کیا جا سکتا ہے۔ یا ملت واحد بن کر۔ لہٰذا فرقوں کے کچے گھروندے گرا کر اسلام کی مضبوط فصیل میں پناہ لیں۔ تعصبات کے گھونسلے توڑ کر دین کا ناقابل شکست قلعہ تعمیر کریں۔ علاقائی لہروں کو دین کے سمندر میں جذب کر دیں۔ نیلے پیلے رنگ چھوڑ کر اپنے اوپر ملت اسلامیہ کا گہرا رنگ چڑھائیں اور کشتی ملت کو ساحل مراد تک بحفاظت لے جانے کی فکر کریں۔

نبی محمد ﷺ نے انسان کو اندر باہر سے بدل ڈالا۔ وحشیوں کو متمدن، جاہلوں کو معلم، گمراہوں کو راہبر، راہزنوں کو راہ نما۔ چرواہوں کو حکمران، عیاشوں کو پاکباز، لذت پرستوں کو عفت شعار۔ خدا بیزاروں کو باخدا۔ اور غلاموں کو آقائی آداب سکھائے اس سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ نہ کوئی ہم شہری، ہم ملکی، ہم قومی، ہم وطنی، ہم قبیلہ، ہم لسانی، ہم براعظمی بنا۔ بلکہ سب ملت اسلامیہ کے اجزاء ہیں۔ ہم عقیدت و ہم مذہب بن کر شجر ملت سے پیوستہ ہو گئے اور دنیا کو بہار آشنا کر دیا یہ انقلاب محمدی ﷺ کی روشن جھلک صفحہ ہستی اور سینہ کائنات کو تابناک کر گئی۔

جسمیں نور بشر۔ مقلد و غیر مقلد کے پیمانے نہ تھے۔ بلکہ ایک اللہ۔ ایک رسول۔ ایک

قرآن، ایک کعبہ اور ایک کلمہ بنیاد و نسبت بنا۔ عقیدہ توحید بنائے وحدت ہے۔ نظریہ رسالت پیغام رحمت قرآن حکیم سرچشمہ ہدایت۔ حرم کعبہ مرکز ملت اور کلمہ طیبہ نشان عظمت ہیں اور ملت اسلامیہ خیر امت اور امت وسطیٰ ہے۔ فرقہ واریت اور علاقائی تعصبات نے اسلامی معاشرہ کو زخموں سے چور اور چرکوں سے نڈھال کر دیا ہے۔ اب ظاہری اطوار میں تبدیلی اور باطنی واردات میں انقلاب برپا کرنے کے لئے شاہین صفت اور خود آشنا نوجوان بہنوں کو جو فولاد کے اعصاب اور چیتے کا جگر اور طوفانوں سے ٹکر لینے کا حوصلہ رکھتی ہوں کی ضرورت ہے کہ انقلاب محمدی ﷺ کو فروغ دیں اور ملت کفر کا صحیح معنوں میں مقابلہ کرسکیں۔

قرب قیامت میں رونما ہونے والی خرابیوں کی روک تھام کے لئے گردشِ زمانہ اور حالات کی کروٹوں کے پیش نظر قرآنی نشریات کو صف آرا کریں۔ تاکہ پوری امت کی آنکھیں کھل جائیں تاکہ انتہائی مضر اور ہولناک خرابیوں سے بچ سکیں۔

جہاں دنیا امت مسلمہ کے متعلق غلط تاثر کا شکار ہو گئی ہے۔ تو چاہئے کہ تمام مساجد، مدارس، مسالک۔ دبستان خانقاہیں اپنے اصلی نام سے موسوم ومنسوب ہونی چاہئیں۔ لاحقے و سابقے لگا کر شناخت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ کسی شخص کا راہِ راست پر ہونے کے لئے پیمانہ عظمت نوع کے اعتقادی وکلامی ظواہر پر مبنی نہیں بلکہ صحیح العقیدہ ہونے پر ہے۔ یعنی اللہ، انبیاء، کتب سماوی، فرشتوں قیامت ختم نبوت پر یقین رکھنے والا ہو۔ یہ تمام مسلمانوں میں مشترک و اٹل ہیں۔ ان سے کسی پر انحراف دائرہ اسلام سے باہر پھینک دیتا ہے۔ صرف رجحان طبع اور میلان فکر کے لئے کسی مسلک کی طرف جھکاؤ کی بجائے۔ اہل بیت اور اصحاب عظام کی تقلید ہونی چاہئے لہٰذا اللہ فرماتا ہے۔ (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم)۔ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں سے بزرگ و برتر عزت والا وہ ہے جو متقی ہے۔ کسی کو فضیلت نہیں ہے کہ وہ عربی ہے یا عجمی بلکہ تقویٰ کا پلڑا بھاری ہو۔ پوری ملت اسلامیہ کی قدر و فلاح اور اسکی شان و شوکت کا دار ومدار اس بات پر ہے۔ جو رب نے فرمائی۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ جیسے ڈرنے کا حق ہے اور (جینے کے ساتھ ساتھ) مسلمان ہو کر مرو۔

(یا یھا الذین آمنو اتقو اللہ حق تقاتہ فلا تموتن الا وانتم مسلمون)

لہٰذا اتحاد امت۔ ملت واحدہ کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ حسن ظن سے دوسروں کے اندر خدا خوفی کم از کم اس درجہ پیدا کریں کہ ان کے ذہن میں قیامت کے دن کی جوابدہی کی ہولناک صورت واضح رہے۔ نفرت وغصہ چھوڑ کر عالمگیر محبت اپنائیں۔ حکمت سخن پر یا موضوع ونصیحت پر اعتراض برائے اعتراض سے احتراز کیا جائے اور حکمت عملی سے لوگوں کے اندر ظاہری و باطنی کمزوریوں کی کوتاہیوں اور غفلت کو دور کیا جائے۔ دین اسلام کے غلبے، اسلامی انقلاب برپا کرنے، القدس کی آزادی، استحصالی نظام سے نجات پانے، عظمت رفتہ کی بحالی، استعماری طاقتوں سے گلوخلاصی، معاشرے کی تعمیر نو اور دنیائے انسانیت کی امامت وقیادت حاصل کرنے کے لئے ملت واحد بن کر دین کی خدمت کریں۔ لہٰذا مذہبی عناصر۔ طبقات کے درمیان کامل مفاہمت اور ہم آہنگی اسلامی برادری میں اتحاد کی ضمانت بن سکتی ہے۔ اختلاف فکر ونظر کے باوجود اکابرین کا احترام وحدت ملی کا ذریعہ وزینہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی محمد ﷺ اور سابقہ انبیاء کی شریعت میں اختلاف کے باوجود انبیاء کے درمیان قلبی احترام کے پابند ہیں۔ اس ضمن میں افراط وتفریط ہمارے ایمان میں خلل پیدا کرتی ہے۔ لہٰذا ہمارے بزرگان دین اور علما دین۔ فقہائے اکرام اور محدثین ومفسرین کا احترام دین اسلام کے اتحاد واتفاق کے لئے ضروری ہی نہیں بلکہ لازم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمام تر کاوش و صلاحیت، تقاریر و تحریر، ایمانیات، اخلاقیات، عبادات اور معاملات پر صرف کریں۔ فروعی باتوں کو خیر سگالی اور حسن ظن کے جذبہ سے مل کر ختم کریں۔ مشترکہ اقدار اور متفق علیہ اصول اپنائیں۔

(۳) ایک اللہ اور ایک رسول، ایک قرآن اور ایک کعبہ کی بنیاد کو متحد ومستحکم بنائیں۔ لہٰذا ذہنی اور قلبی تطہیر کے عمل کو فروغ دیں اور اس کے لئے کسی ولی و بزرگ کی صحبت اختیار کریں۔ دو نمازوں کے وقفہ کے درمیانی وقت کو اللہ کی یاد اور اللہ کے قوانین وضوابط کے مطابق گزاریں اور کسی سچے ولی اللہ و عاشق رسول ﷺ کی رہنمائی حاصل کریں۔ اور اُسکو اپنا ہادی ومرشد مانیں۔ قرآن پاک کی روشنی میں اپنے آپکو اور جماعت کو سنواریں۔ ہر ایک کی نماز کو نماز سمجھیں۔ اور اختلاف کی شرح کو کم کریں۔ علم غیب، حاضر و ناظر۔ گیارہویں شریف، نور و بشر، آمین بالجہر، تفریہ، ذوالجناح، ختم، تیجہ، دعا اور نماز جنازہ اور اسی قسم کے تمام فروعی مسائل دین اسلام کی بنیاد کو

کمزور بنا رہے ہیں۔ اس کو مفاہمت کے ساتھ حل فرمائیں۔ تاکہ جب ایک ارب مسلمان توحید کے پلیٹ فارم پر متحد ہوں گے تو جن کی سوچ یکساں جن کی آواز ہم آہنگ جن کا لائحہ عمل متفقہ ہوگا تو وہ دنیا کا توازن بدل دیں گے۔ یہ فطرت کا اٹل اصول ہے اور طاغوتی طاقتوں کے شیطانی جالوں کو بے اثر بنا دیں۔

ختم القرآن کے حوالے سے میں نے پوری ایمانداری کے ساتھ اپنی بہنوں اور بیٹیوں میں کسی فروعی اختلاف کو جنم نہیں لینے دیا بلکہ توحید خالص اور سنت رسول محمد ﷺ کی پیروی کرنے کی تعلیم اور ترغیب دیتی رہی ہوں اور دین کو اخلاص کے ساتھ اپنانا ہی سکھایا گیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ بہنوں نے اس دس سالہ دور میں جو کچھ قرآن پاک سے سیکھا ہے۔ اُسکو اپنے اندر جذب کرسکیں اور توحید کو اپنے اندر راسخ کرسکیں۔

الحمد اللہ۔ بہنوں کے قلوب میں عقائد کی پختگی اتنی راسخ ہو چکی ہے کہ ایمان کا اظہار مظاہرِ سماوی اور احکام کی بجا آوری سے روشن وظاہر ہوتا ہے۔ اوراس کی زندہ مثال وہ بہنیں ہیں۔ جنہوں نے دین کی خدمت کے لئے اپنے محلّوں میں اہتمام درس قرآن وذکر واذکار کی محافل منعقد کروائی ہیں اور عمل پیرا ہیں۔ یہ ان کے ایمان کی کامیابی کی روشن دلیل ہیں۔ اللہ ان سے راضی وخوش ہو اور ان کو اور سب بہنوں کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے۔ پس یاد رکھیں:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

معراج النبی ﷺ کی مقدس رات

سید حامد اشرف شاہ جیلانی

رجب کی ستائیسویں شب تھی، جس کی نُورافروز سیاہی پر آفتاب وماہ تاب کی روشنی قربان ہو رہی تھی، شب کا نصف سے زیادہ حصّہ گزر چکا تھا اور آسمان پر لاتعداد چراغ اور قندیلیں روشن تھیں۔ ایسے مسرت انگیز اور فرحت بخش وقت میں دوعالم کے تاج دار، حضور اکرم ﷺ حسب معمول تہجد کی نماز پڑھ کر آرام فرمارہے تھے۔ بارگاہِ قدس سے روح الامینؑ کو حکم ہوا کہ ارضِ حرم میں جاؤ اور ہمارے پیارے محبوب کو مژدۂ ملاقات سناؤ۔ حکم ملتے ہی حضرت جبرائیل امینؑ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا۔ اے رحمتِ عالم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی ملاقات کا مشتاق ہوں۔ حضور اکرم ﷺ یہ پیام سن کر نہایت مسرور ہوئے، آپ ﷺ نے وضو کیا اور شکریے کے نوافل پڑھے۔ آپ ﷺ نوافل سے فارغ ہو چکے تو حضرت جبرائیل امینؑ نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا اور آپ ﷺ کا قلب مبارک نکال لیا۔ ایک سونے کے طشت میں رکھ کر اسے آبِ زم زم سے دھویا اور پھر ایمان وحکمت سے پُر کر کے اس کو اپنی جگہ رکھ کر درست کر دیا۔ جب آپ ﷺ اس شان کے ساتھ تیار ہو گئے تو جبرائیل امینؑ نے مبارک باد دی اور کہا حضور ﷺ، آج کی رات وہ مبارک ومسعود رات ہے کہ خود رب العزت نے آپ کو معراج کی سعادت بخشی ہے۔ ملائکہ کو حکم فرمایا ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے استقبال اور خیر مقدم کی تیاری کریں۔ آج آپ ﷺ کی خاطر جنت کو آراستہ کیا گیا ہے۔ آسمانوں کو پورے اہتمام کے ساتھ زینت دی گئی ہے اور آج عالمِ بالا آپ کے لیے سراپا چشمِ انتظار ہے۔ آپ کو یہ عزت واحترام شرف باریابی اور انتہائے قُربت وسعادت مبارک ہو۔ جس کی تمنا میں بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء نے دعائیں مانگیں اور آہ وزاریاں کیں، مگر کسی کو یہ شرف حضوری حاصل نہیں ہوا۔

حضور اکرم ﷺ کو خدا تعالیٰ نے جو رفعتِ شان عطا فرمائی ہے، ایسی شان نہ کسی نے پائی اور نہ ہی کوئی پاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کو عرشِ اعظم پر بلایا اور حضور ﷺ بیداری میں جسدِ انور کے ساتھ روانہ ہوئے اور مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک زمینی سفر طے فرما کر آپ ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے اور ساتوں آسمانوں کو عبور فرما کر سِدرۃُ المنتہیٰ کو بھی عبور فرماتے ہوئے عرشِ اعظم پر جلوہ افروز ہوئے۔

پھر آپ ﷺ اس مقام تک پہنچے، جہاں قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ آگے بڑھ کر آپ ﷺ سِدرۃُ المنتہیٰ تک پہنچے، یہاں پہنچ کر حضرت جبرائیلؑ اپنی اصل صورت میں آپ ﷺ کے سامنے آئے اور آپ ﷺ سے رخصت ہوئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جبرائیلؑ کیا تم اب ہمارا ساتھ چھوڑ دو گے۔ حضرت جبرائیلؑ نے عرض کیا، میں اس سے آگے نہیں جاسکتا، پھر آپ ﷺ آگے بڑھے اور قرب خداوندی سے سرفراز ہوئے، وہاں اللہ سے کیا باتیں ہوئیں، اس کا علم اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو ہے (پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی کی، جو وحی کرنی تھی)

اس وقت بارگاہِ الٰہی سے آپ کو تین چیزیں عطا ہوئیں۔ ''سورۃ البقرۃ'' کی آخری آیات، جن میں اسلام کے عقائد، ایمان کی تکمیل اور مصیبتوں کے ختم ہونے کی خوشخبری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا، امّتِ محمدیہ میں سے جو شرک نہ کرے گا، ضرور بخش دیا جائے گا۔ امت پر نمازیں فرض کی گئیں۔ ان تمام منازل کے طے ہونے کے بعد آپ صبح مسجدِ حرام میں تشریف لائے۔ اس طرح لیلۃ المعراج نے جہاں تمام انبیائے کرام علیہم السلام میں رسول اللہ ﷺ کو تقرب الی اللہ کے شرف اور فضیلتِ کبریٰ سے سرفراز کیا، وہیں یہ عظیم واقعہ کفر وایمان میں تمیز کا ایک معیار بھی بن گیا۔

حکمتِ معراج

حکیم محمد سعید

☆ معراج سیرت نبوی کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے اور اس کے دامن میں بے شمار اسرار و رموز پنہاں ہیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے ان پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور خاص کر واقعات معراج کے نکتے کی رمزیت کو بہ کمال فصاحت پیش کیا ہے۔

قوموں کا عروج و زوال قانون الٰہی ہے۔ اس قانون کا جو نکتہ معراج میں پوشیدہ ہے اس کی وضاحت موجودہ ماحول میں بیداری فکر و عمل کے لئے زیادہ اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ اس لیے اختصار کے ساتھ معراج کی چند حکمتیں پیش خدمت ہیں۔

انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے اپنے منصب کی مناسبت سے ایسے مشاہدات کی سعادت حاصل ہوتی رہی ہے کہ ان پر مادی حجابات مرتفع ہوگئے ہیں اور آسمان و زمین کے مخفی مناظر ان کی نگاہوں کے سامنے آگئے ہیں تاکہ وہ حقائق پر ایمان کی دعوت خود اپنے مشاہدے کے بعد زیادہ استقامت اور اولوالعزمی کے ساتھ دے سکیں۔

حضور سرور عالم ﷺ خاتم الانبیاء اور سرور عالم تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو معراج آپ کے شایان شان ہوئی اور وہ سب کچھ بھی آپ کے مشاہدات میں آیا جو اب تک دوسرے انبیائے کرام اور مقربان بارگاہ الٰہی کی حد نظر سے باہر تھا۔

واقعۂ معراج سے نبی کریم ﷺ کی علوے شان اور اعزاز کے متعدد ایسے پہلو سامنے آتے ہیں جو آپ کے منصب ختم نبوت اور تکمیل دین و شریعت کے واضح دلائل کہے جاسکتے ہیں۔

یہود، جو اب تک بیت المقدس کے نگہبان اور کلید بردار تھے، حضور ﷺ کے اس سفر معراج کے بعد بیت المقدس کی تولیت اور خدمت سے محروم کردیئے گئے۔ آل اسمٰعیل کو ہمیشہ کے لیے یہ خدمت اس طرح سپرد کردی گئی کہ نبی کریم ﷺ نبی القبلتین ہوگئے۔

بنی اسرائیل کی تولیت سے محرومی کی ایک مستقل تاریخ ہے جو نافرمان قوموں کی چشم عبرت کھولنے کے لیے کافی ہے۔ دراصل انہیں بیت المقدس کی تولیت بہت سی شرائط کے ساتھ عطا کی گئی تھی۔ انہیں یہ بات صاف صاف بتادی گئی تھی کہ اگر وہ ناشکری اور شرک کی راہ اختیار کریں گے اور غیر اللہ کی پرستش کریں گے تو ان سے یہ منصب چھین لیا جائے گا اور محکومی و غلامی ان کی تقدیر بن جائے گی۔ چوں کہ وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے اس لئے بادشاہ بخت نصر کے ہاتھوں ان سے نیابت چھین لی گئی۔ انہیں جلاوطن کردیا گیا۔ یروشلم ویران ہوگیا۔ بیت المقدس کی عمارت مسمار کردی گئی اور توراۃ کے پرزے اڑادیے گئے۔

اس تباہی و بربادی کے بعد بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اپنے مشرکانہ اعمال اور نافرمانیوں سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا اور اس منصب پر دوبارہ سرفراز فرمادیا جو انہیں حاصل تھا۔

لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ اپنے عہد سے پھر منحرف ہوئے اور بت پرستی شروع کردی تو عتاب الٰہی میں گرفتار ہوگئے۔ ان پر یونانیوں اور رومیوں کو مسلط کردیا گیا اور وہ ذلت و خواری کے عذاب سے دوسری بار دوچار ہوئے۔

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد تیسری بار انہیں موقع ملا۔ قرآن نے انہیں ایفائے عہد کی دعوت دی۔ قبول حق اور حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے سے ان پر رحمت الٰہی کے دروازے پھر کھل سکتے تھے۔ لیکن وہ اعراض و سرکشی پر قائم رہے۔ اس لئے ارض مقدس کی تولیت سے انہیں پھر ایک بار محروم کردینے کا وقت آگیا تھا۔

سفر معراج کے موقع پر بیت المقدس میں حضور ﷺ کی امامت کے ذریعے سے اس امر کا اعلان کردیا گیا۔ اس سفر کے فوراً بعد مکے سے مدینے ہجرت کرنے کا حکم نازل ہوا۔ اس شہر مبارک کے علاوہ خیبر میں بھی بنی اسرائیل کی آبادی تھی اور وہاں کی زرعی زمینوں پر ان کا قبضہ تھا، مگر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی معاندانہ ریشہ دوانیوں کی بنا پر انہیں وہاں سے بھی بے دخل کیا گیا اور اس طرح وہ مبتلائے عذاب اور معتوب اقوام کے بدترین گروہ میں داخل ہوگئے۔ مسلمانوں نے بیت المقدس فتح کرکے قبلۂ اوّل کے احترام کو بحال کیا اور اپنی اہلیت و سعادت کا ثبوت دیا۔

سفر معراج کے مضمرات پر اگر غور کیا جائے تو ایک نکتہ اور بھی سامنے آئے گا اور وہ یہ ہے کہ صرف بنی اسرائیل ہی تولیت بیت المقدس سے محروم نہیں کیے گئے بلکہ اللہ کی نافرمانی ناشکری، شرک و کفر، ظلم و خوں ریزی اور حق سے اعراض کی جو سزا جس قانون الٰہی کے تحت نبی اسرائیل کو دی گئی اس کا نفاذ قریش مکہ پر بھی ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی تبلیغ و دعوت کے باوجود جب قریش کے امرا کی سرکشی ختم نہ ہوئی اور مومنوں کے طبقے پر، جو بظاہر کمزور تھا، ان کے ظلم و ستم کا سلسلہ جاری رہا تو فتح مکہ کے بعد اپنے جرم کی

پاداش میں قریش بھی خانہ کعبہ کی تولیت سے محروم کیے گیے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کو اس کی تولیت سپرد کر دی گئی۔

سفر معراج ہی کے بعد یہ دو ایسے اہم واقعات، قلیل زمانی فرق کے ساتھ اس طرح ظہور میں آئے کہ ان سے یہ نتیجہ اخذ کرنا ناممکن ہوگیا کہ کسی قوم یا معاشرے کے عروج کو جو چیز زوال سے بدل دیتی ہے وہ اللہ کے ساتھ کیے جانے والے عہد کی نافرمانی اور انسانوں پر ان کا ظلم وستم ہے۔ یہی وہ فتنہ ہے جو پوری قوم کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

کلام شاہ حسین

من اٹکیا بے پرواہ نال اوہ دین دُنی دے شاہ نال
قاضی مُلّا متیں دیندے کھرے سیانے راہ دسیندے
عشق کیہہ لگے راہ نال
ندیوں پار رانجھن دا ٹھانا! کیتا کول، ضروری جانا
مِنتاں کراں ملّاح نال
کہے حسین فقیر نمانا دنیا چھوڑ، آخر مرجانا
اوڑک کم اللہ نال

سفر معراج کی حکمتوں میں صرف نافرمانوں کو کعبہ و بیت المقدس کی تولیت سے محروم کرنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک اہم نکتہ ہجرت کا بھی ہے۔ جس کی طرف سورۂ بنی اسرائیل میں واضح اشارات کیے گئے ہیں۔

مکے میں تقریباً بارہ سال تبلیغ و دعوت کے گزر چکے تھے۔ اس عرصہ میں نبی کریم ﷺ کو سخت ترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ نادار اور غریب مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی مذموم کوششوں میں شدت آ گئی۔ دین کا تمسخر ہونے لگا۔ اہل مکہ کی طرف سے عذاب کے نزول کا مطالبہ ہونے لگا۔ کمزور اور غریب مسلمانوں کے دل خون ہو رہے تھے۔ اپنے ساتھ مسلسل جبر و استبداد اور اپنی طویل مظلومی کی وجہ سے ان کے دلوں میں افسردگی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ اگرچہ ساری مخالفتوں اور مزاحمتوں کے باوجود آواز حق اطراف مکہ ہی نہیں بلکہ مدینے تک بھی پہنچ چکی تھی مگر اب وقت آ گیا تھا کہ مسلمان ہجرت کر کے ایک ایسی جگہ پہنچ جائیں جہاں ان کا اپنا معاشرہ اور اپنی ریاست وجود میں آ جائے اور قانون الٰہی کے ذریعے سے ظلم و فساد کو مٹا کر عقیدۂ توحید و رسالت کی بنیاد پر انسانی اخلاق و کردار کی ایک نئی دنیا تعمیر کی جائے۔ اس لئے سورۂ بنی اسرائیل میں ذکر معراج سیاق و سباق میں نبی کریم ﷺ کو ہجرت کے لئے اس دعا کی بھی تلقین کی گئی:

''اور اے نبی دعا کرو کہ پروردگار، مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا۔ اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنادے۔'' (بنی اسرائیل:۸۰)

اس آیت مبارکہ کا یہ معنوی نکتہ بھی اہم ہے کہ اسلام انسانوں کے اخلاق و اعمال میں جو اصلاح چاہتا ہے اس کے لئے وعظ و نصیحت کے ساتھ سیاسی قوت بھی درکار ہے۔

معراج شریف ہی کے پس منظر کے طور پر مسلمانوں کی مظلومیت اور بے بسی کا ذکر آ چکا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو دعائے ہجرت کے ساتھ مسلمانوں کو دعائے نصرت کی بھی تلقین کی گئی۔ اس بارے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں رسول اللہ ﷺ کو عطا کی گئیں جن سے مظلوم مسلمانوں کے قلوب کی تسکین ہوئی اور انہیں یقین ہوگیا کہ وہ مصائب میں بے یار مددگار نہیں چھوڑ دیئے جائیں گے بلکہ تائید الٰہی ان کے ساتھ ہوگی اور ان کو جلد اللہ کی نصرت حاصل ہوگی۔

یہ نصرت الٰہی ہجرت کے بعد ایک اسلامی ریاست کی تشکیل کی صورت میں ظاہر ہونے والی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو اپنی بارگاہ احدیت میں قرب خاص سے نوازا اور تمدن و معاشرت نیز اخلاق و عبادات کے اہم اصول عطا فرمائے۔

نماز پنجگانہ، جو روح عبادات ہے، معراج شریف ہی کا تحفہ ہے۔ اللہ کی عبودیت اور بندگی کے اظہار اور قرب الٰہی کا بہترین وسیلہ ہے۔ یہ کیفیت عبادات اس تقرب کی عکاسی کرتی ہے جو نبی کریم ﷺ کو معراج میں حاصل ہوا۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا:

''نماز مومنوں کی معراج ہے۔''

یعنی معراج کے اسرار و حکمت میں حضور ﷺ کا اعزاز اور ختم نبوت، تکمیلِ دین نیز تمدن و معاشرت کے اصول پنہاں ہیں۔ معراج نبوی کی حکمت یہ ہے کہ نظم کائنات کے متعلق ساری ہدایات کے لیے اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات ﷺ کو اپنی بارگاہِ اقدس میں طلب فرما کر وہ سب کچھ عطا کر دیا جو ایک عالم گیر، آخری اور دائمی پیغام الٰہی لانے والے رسول ﷺ کے لیے ضروری تھا۔ اب ہماری معراج کا راز انہی ہدایات کی پیروی میں مضمر ہے۔ ❁

احکامِ حجاب

مولانا عبدالمالک چترالی

☆ فواحش، بدکاری، زنا اور اس کے مقدمات دنیا کی ان مہلک برائیوں میں سے ہیں جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص و افراد ہی کو نہیں بلکہ قبائل اور خاندانوں کو اور بعض اوقات بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پائے جاتے ہیں اگر صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر واقعات کے پس منظر میں کوئی عورت اور شہوانی جذبات کا جال نظر آئے گا یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی قوم، کوئی مذہب، کوئی خطہ ایسا نہیں جو اس کی برائی اور مہلک عیب ہونے پر متفق نہ ہو۔ اس کے خلاف اسلام نے جن چیزوں کو جرائم اور انسانیت کے لئے مضر قرار دیکر قابل سزا جرم کہا ہے، ان پر پابندیاں عائد کیں، اور ان کو ممنوع قرار دیا اس معاملہ میں مقصود اصلی زناء اور بدکاری سے بچانا ہے اس لئے اسلام نے نظر نیچی رکھنے کے قانون سے شروع کیا، عورتوں اور مردوں کے بے محابا اختلاط کو روکا۔ عورتوں کو گھروں کی چار دیواری میں محدود رہنے کی ہدایت کی اور ضرورت کے وقت باہر نکلنے کے لئے بھی برقع یا لمبی چادر استعمال کرنے کا حکم دیا

اہل یورپ اور ان کے مقلدین نے اپنی فحاشی کے جواز میں عورتوں کے پردہ کو عورتوں کی صحت اور اقتصادی اور معاشی حیثیت سے معاشرے کے لئے مضر ثابت کرنے اور بے پردہ رہنے کے فوائد پر بحثیں کی ہیں۔

لیکن شریعت اسلامی نے زناء کو حرام قرار دیا تو اس کے تمام اسباب قریبہ اور ذرائع کو بھی محرمات میں داخل کر دیا کسی اجنبی عورت یا مرد پر شہوت سے نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا قرار دیا، اس کا کلام سننے کو کانوں کا، اس کے چھونے کو ہاتھوں کا، اس کے لئے جد و جہد میں چلنے کو پاؤں کا زنا قرار دیا۔ انہی جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل ہوئے۔

اسلام میں پردے کی شرعی حقیقت

عورتوں اور مردوں میں بے محابا اختلاط کو دنیا کی پوری تاریخ میں آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک کسی زمانے میں درست نہیں سمجھا گیا اور صرف اہل شرائع ہی نہیں دنیا کے عام شریف خاندانوں میں ایسے اختلاط کو روا نہیں رکھا گیا۔

کیونکہ نزول حجاب سے پہلے بھی عورتوں مردوں میں بے محابا اختلاط اور بے تکلف ملاقات و گفتگو کا رواج شریف اور نیک لوگوں میں کہیں نہ تھا، قرآن کریم میں جس جاہلیت اولیٰ اور اس میں عورتوں کے تبرج و ظہور کا ذکر ہے وہ بھی عرب کے شریف خاندانوں میں نہیں بلکہ لونڈیوں اور آوارہ عورتوں میں تھا۔ عرب کے شریف خاندان اس کو معیوب سمجھتے تھے، عرب کی پوری تاریخ اس کی شاہد ہے۔ ہندوستان میں ہندو، بدھ مت اور دوسرے مشرکانہ مذہب والوں میں عورتوں مردوں کے درمیان بے محابا اختلاط گوارا نہ تھا، یہ مردوں کے دوش بدوش کام کرنے کے دعوے اور بازاروں اور سڑکوں پر پریڈ کرنے اور تعلیم سے لے کر ہر شعبہ زندگی میں مرد و زن کے بے تکلف اختلاط ضیافتوں اور کلبوں میں بے تکلف ملاقاتوں کا سلسلہ صرف یورپین اقوام کی بے حیائی اور فحاشی کی پیداوار ہے جس میں یہ اقوام بھی اپنے ماضی سے ہٹ جانے کے بعد مبتلا ہوئی ہیں۔ قدیم زمانے میں ان کی بھی یہ صورت نہ تھی، حق تعالیٰ نے جس طرح عورت کی جسمانی تخلیق کو مردوں سے ممتاز رکھا ہے اس طرح ان کی طبیعتوں میں ایک فطری حیاء کا جوہر بھی رکھا ہے، جو ان کو فطری طور پر عام مردوں سے الگ تھلگ رہنے اور تستر پر آمادہ کرتی ہے، اور یہ فطری اور طبعی حیاء کا پردہ عورتوں مردوں کے درمیان ابتداء آفرینش سے حائل رہا ہے، ابتدائے اسلام میں بھی باہمی پردہ کی یہی نوعیت تھی۔

حجاب شرعی کے درجات اور ان کے احکام کی تفصیل

پردہ نسواں کے متعلق قرآن مجید کی سات آیات اور حدیث کی ستر 70 روایات کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ حجاب شرعی کے کچھ درجات ہیں۔

اصل مطلوب شرعی حجاب اشخاص ہے یعنی عورتوں کا وجود اور ان کی نقل و حرکت مردوں کی نظروں سے مستور ہو، جو گھروں کی چار دیواری یا خیموں اور معلق پردوں کے ذریعہ ہوسکتا ہے اور حجاب کی یہ صورت سورہ احزاب کی آیت: "واذا سألتموھن متاعا فسئلوھن من وراءِ حجاب"۔ ترجمہ: "اور جب مانگنے جاؤ حضور ﷺ کی بیٹیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردے کے باہر سے"۔ واضح دلیل ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح

سورہ احزاب ہی کے شروع کی آیت:" وقـرن فـي بيـوتـكـنّ ولا تبرجن تبرّج الجاهلية الاولىٰ"۔ ترجمہ:" یعنی بیٹھو (رہو) اپنے گھروں میں اور زمانہ قدیم کی جاہلیت والیوں کی طرح نہ پھرو۔

اس آیت میں جاہلیت اولیٰ سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے دنیا میں پھیلی ہوئی تھی، اس لفظ میں اشارہ ہے کہ اس کے بعد دوسری بھی کوئی جاہلیت آنے والی ہے، جس میں اس طرح کی بے حیائی و بے پردگی پھیل جائے گی، وہ شاید اس زمانے کی جاہلیت ہے جس کا اب مشاہدہ ہر جگہ ہو رہا ہے۔

مذکورہ آیت میں لفظ "تبرج" کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے چہرہ اور جسم کا حسن لوگوں کو دکھائے۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے لباس اور زیور کی شان دوسروں کے سامنے نمایاں کرے۔ تیسرے یہ کہ وہ اپنی چال ڈھال اور چٹک مٹک سے اپنے آپ کو نمایاں کرے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرز عمل سے عورتوں کو روکنا چاہتا ہے وہ ان کا اپنے حسن کی نمائش کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنا ہے اور اللہ ان کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہیں۔ کیونکہ عورتوں کا اصل کام گھر میں ہے نہ کہ اس کے باہر لیکن اگر باہر نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس انداز کے ساتھ نہ نکلو جس کے ساتھ سابق دور جاہلیت میں عورتیں نکلا کرتی تھیں۔ بن ٹھن کر نکلنا زیب و زینت اور جسم کے حسن کو چست لباسوں سے یا عریاں لباسوں سے نمایاں کرنا اور ناز و ادا سے چلنا ایک مسلم معاشرے کی عورتوں کا کام نہیں ہے یہ جاہلیت کے طور طریقے ہیں۔ اب یہ بات ہر شخص خود دیکھ سکتا ہے کہ جو ثقافت آجکل ہمارے ہاں رائج کی جارہی ہے وہ قرآن کی رو سے اسلام کی ثقافت ہے یا جاہلیت کی ثقافت ہے۔

دوسرا حجاب بالبرقع:

ضرورت کے مواقع میں جب عورت کو گھر سے باہر جانا پڑے تو اس وقت کسی برقع یا لمبی چادر کو سر سے پیر تک اوڑھ کر نکلنے کا حکم ہے، جس میں بدن کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں ارشاد فرمایا ہے۔ ترجمہ" اے نبی ﷺ آپ اپنی ازواج مطہراتؓ اور بنات طاہرات کو اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ اپنی جلباب استعمال کریں" (جلباب اس لمبی چادر کو کہتے ہیں جس میں عورت سر سے پیر تک مستور ہو جائے)۔

یاد رہے ضرورت کے وقت جب عورت گھر سے نکلنے پر مجبور ہو تو اس کو پردہ کا یہ درجہ اختیار کرنا ضروری ہے کہ چادر وغیرہ میں سر سے پاؤں تک مستور ہو اور چہرہ بھی بجز ایک آنکھ کے چھپا ہوا ہو۔

یہ مذکورہ صورت بھی باتفاق فقہاء امت ضرورت کے وقت جائز ہے مگر احادیث صحیحہ میں اس صورت کے اختیار کرنے پر بھی چند پابندیاں عائد کی ہیں، کہ خوشبو نہ لگائے ہوئے ہو، بجنے والا کوئی زیور نہ پہنا ہوا ہو، راستہ کے کنارے پر چلے، مردوں کے ہجوم میں داخل نہ ہو وغیرہ۔ ❀

نمازتہجداوراُسکی فضیلت

محمد اسلم جاوید

☆ تہجد کے معنی نوم (نیند) ہیں۔ شیخ عبدالحقؒ لکھتے ہیں کہ جسطرح تاثم بمعنی ترک اثم (گناہ کا چھوڑنا) اور تحنث بمعنی ترک اثم کے آتے ہیں اسی طرح تہجد کے معنی ترک نوم کے ہیں۔ چونکہ نماز تہجد نیند کے بعد بیدار ہونے پر پڑھی جاتی ہے اسلئے اس نام سے موسوم ہوئی (مدارج)۔

فضائل نمازتہجد قرآن مجید میں:

اَقِمِالصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلیٰ غَسَقِ الَّیْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَا نَ مَشْھُوْداً o وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَا فِلَۃً لَّکَ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مُقَاماً مَّحْمُوْداً o

(بنی اسرائیل آیت 78-79)

ترجمہ: ''نماز کو قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لیکر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی۔ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہے۔ رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کریں۔ عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کریگا۔''

سورہ بنی اسرائیل کی ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو تہجد کا حکم دینے کے ساتھ آپؐ کو ''مقام محمود'' کی امید دلائی گئی ہے۔ ''مقام محمود'' عالم آخرت میں اور جنت میں بلندترین مقام ہوگا۔

(۲) سورۃ السجدہ میں ارشاد ہے:

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفاً وَّ طَمَعاً ز

ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔

(۳) سورہ مزمل کی آیت 6 میں فرمایا:

''رات میں نماز کیلئے کھڑا ہونا نفس پر بہت زیادہ دبانے والا عمل ہے اور اسوقت (دعا یا قرأت میں) جو زبان سے نکلتا ہے وہ بالکل ٹھیک اور دل کے مطابق یعنی دل سے نکلتا ہے''۔

(۴) سورہ فرقان میں عباد الرحمٰن کی صفات بیان کرتے ہوئے آیت 64 میں ارشاد فرمایا:

اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز وادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔

احادیث میں نمازتہجد کی فضیلت:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل تہجد کی نماز ہے۔ (احمد)

(۲) حضور ﷺ نے فرمایا کہ تہجد کی نماز اپنے اوپر لازم کرلو اگرچہ تھوڑی ہی ہو۔ (سیوطی)

(۳) بروایت حسان بن علیہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ دو رکعتیں اگر بندہ پچھلی رات کے درمیان پڑھے تو اسکے لئے دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور اگر میں اپنی امت پر انکو مشکل نہ جانتا تو ان پر دونوں رکعتوں کو فرض کردیتا۔

(۴) جو لوگ رات کی عبادت کے باعث بستروں کو خالی چھوڑ دیتے ہیں وہ بلا حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (اصحاب السنن)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس مرد پر رحم فرمائے جو رات کو (تہجد کیلئے) اٹھا اور اس نے تہجد کی نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو (بھی) جگایا پھر اس نے بھی یہ نماز پڑھ لی۔ اگر شوہر کے جگانے پر اس نے انکار کیا تو اسکے چہرے پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نیند ٹوٹ جائے اور بیدار ہو کر کچھ رکعتیں پڑھ لے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرمائے جو رات کو (تہجد کیلئے) اٹھی اور اس نے نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو (بھی جگایا تاکہ وہ تہجد کی نماز پڑھ لے) اگر بیوی کے جگانے پر شوہر نے انکار کیا تو اسکے چہرے پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نیند کا غلبہ دور ہو جائے اور بیدار ہو کر نماز پڑھ سکے) مشکوٰۃ شریف ص 106 بحوالہ ابوداؤد ونسائی)

(۶) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر رات کو جب تہائی رات رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کیا کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے۔ میں اسکی دعا قبول کروں؟ کیا کوئی ہے جو مجھ سے معافی طلب کرلے میں اسے معاف کردوں؟ کون ہے جو ایسے کو قرض دے جس کے پاس سب کچھ ہے اور وہ ظلم کرنے والا نہیں (جو اسکی راہ میں دوگے اسے قرض شمار فرمائے گا حالانکہ مال اسی کا دیا ہوا ہے پھر اسکا بدلہ دیگا تو خوب بڑھا کر دیگا کم از کم ایک کے دس تو کہیں گئے نہیں اس سے بھی زیادہ اللہ جسکو چاہے گا بہت زیادہ بڑھ کر اجر عطا فرمائے گا)۔ (مسلم)

(۷) حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ جنت میں بالا خانے ہیں جنکے شفاف ہونے کا یہ عالم ہے کہ باہر والا حصہ اندر سے اور اندر والا حصہ باہر سے

نظر آتا ہے، یہ بالاخانے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار فرمائے ہیں جو نرمی سے بات کرتے ہیں اور (ضرورت مندوں) کو کھانا کھلاتے ہیں اور جو رات کو ایسے وقت نماز پڑھتے ہیں جبکہ لوگ سو رہے ہوں یعنی تہجد کی نماز ادا کرتے ہیں (مشکوۃ شریف)

(۸) حضورﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرائیلؑ آئے اور کہنے لگے۔ اے محمدﷺ۔ خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہیں کتنی ہی محبت کریں آخر ایکدن جدا ہو جانا ہے۔ اور آپ جب بھی عمل کریں اسکا بدلہ ضرور ملتا ہے اور (یاد رکھیں) اس میں کوئی تردّد نہیں کہ مؤمن کی شرافت تہجد کی نماز میں ہے اور مؤمن کی عزت لوگوں سے استغناء میں ہے۔ (کتب صحاح)

(۹) ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولﷺ نے تہجد ضرور پڑھا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کی روش ہے اور تمہارے لئے قرب خدا کا سبب اور گناہوں کے دور ہونے کا ذریعہ ہے اور (یہ رات کا قیام) گناہوں سے باز رکھنے والا ہے۔ (ترمذی)

اس حدیث میں نمازِ تہجد کی چار خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں۔

(۱) نمازِ تہجد دور قدیم سے اللہ کے نیک بندے ادا کرتے رہے ہیں۔

(۲) یہ نماز تقرب الٰہی کا خاص وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

(۳) نمازِ تہجد گناہوں کا کفارہ بنتی ہے۔

(۴) نمازِ تہجد گناہوں سے روکنے کی خاصیت رکھتی ہے۔

(۱۰) حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے (رات کو تہجد میں) اتنا قیام فرمایا کہ آپکے پاؤں متورم ہو گئے۔ آپﷺ سے سوال ہوا۔ (یہ اتنی مشقت) آپ کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ مغفور ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا کیا پھر (جبکہ خدا نے مجھے نبوت کے انعام۔ مغفرت کی دولت اور بے شمار نعمتوں کی عطا سے نوازا ہے) اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں (بخاری۔ مسلم)

(۱۱) حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہﷺ جب اُٹھتے رات کو (بستر سے تہجد کے لئے) تو (یہ) پڑھتے۔ اللہ اکبر دس بار۔ الحمد للہ دس بار سبحان اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ دس بار سبحان الْمَلِکِ الْقُدّوس دس بار استغفر اللہ دس بار لا الٰہ الّا اللہ دس بار اور پھر اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ط (یاالٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ دنیا کی تنگی (سختیوں اور مصیبتوں) سے اور قیامت کے دن کی تنگی (سختیوں اور مصیبتوں) سے۔ دس بار۔ پھر وضو وغیرہ کرکے تہجد شروع کرتے۔ (ابوداؤد)

(۱۲) جو بندہ رات کی نمازِ تہجد کے لئے نیت کرکے سوتا ہے پھر اگر رات کو آنکھ نہ کھلے اور نماز کا موقع نہ ملے تو بھی نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور یہ سونا اس بندہ پر خدا کا احسان ہوتا ہے۔ (ابن حبان)

ان احادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نمازِ تہجد مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے اور یہ تقرب الٰہی۔ گناہوں کی بخشش اور گناہوں کے کفارہ بننے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے ہمیں میٹھی نیند کو چھوڑ کر شیطان کو شکست دیتے ہوئے نمازِ تہجد پڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۱۳) جامع ترمذی کی ایک روایت میں حضرت عمرو بن عبسہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ بندے سے سب سے قریب رات کے آخری درمیانی حصے میں ہوتا ہے۔ پس اگر تم سے ہو سکے تو ان بندوں میں سے ہو جاؤ جو اس مبارک وقت میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔" صوفیائے کرامؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص بغیر نمازِ تہجد کے درجۂ ولایت کو نہیں پہنچ سکتا۔ مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادیؒ کی وفات کے بعد اُن کو کسی نے خواب میں دیکھا تو سوال کیا کہ حق تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ تو حضرت جنیدؒ نے جواب دیا کہ سارے حقائق و رموز اور نکات و عبادات ضائع ہو گئے۔ یہاں کچھ کام نہ آئے۔ اگر کچھ کام آئیں تو وہ چند چھوٹی چھوٹی رکعتیں نمازِ تہجد کی جن کو میں پڑھتا تھا۔

طبِّ نبوی اور شب خیزی

اس بات کا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ماہِ رمضان کے دوران مسلمانوں میں ڈیپریشن کی بیماری نسبتاً کم پائی جاتی ہے۔ اسکی دلیل ماہِ رمضان کے دوران ایسے مریضوں کی تعداد میں نمایاں کمی ہے۔ اس مشاہدے سے اس نظریے کو تقویت ملتی ہے کہ سحری کے لئے اٹھنے سے نیند میں جو عارضی تعطل پیدا ہوتا ہے وہ سحر خیزی کے ساتھ منسلک مخصوص مصروفیات مثلاً تہجد اور دوسری عبادات کے ساتھ مل کر ڈیپریشن میں کمی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اس مشاہدے کی بنیاد پر یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ سحر خیزی (مع تہجد اور دیگر عبادات و اذکار) ایسے امراض کے لئے ایک مؤثر طریقۂ علاج ہے جو ڈیپریشن کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں۔

علم نفسیات کے ماہرین نے مایوسی کے مریضوں پر یہ تجربہ کیا۔ انہوں نے مایوسی کے مریضوں کو تہجد کے وقت جگانا شروع کیا۔ یہ مریض جاگ کر کچھ پڑھ لیتے تھے اور پھر سو جاتے تھے۔ یہ معمول جب کئی مہینوں تک مسلسل جاری رکھا گیا تو مایوسی کے مریضوں کو بہت فائدہ ہوا اور دواؤں کے بغیر ٹھیک

ہو گئے چنانچہ اس مغربی ڈاکٹر نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ آدھی رات کے بعد جاگنا مایوسی کے مریضوں کا علاج ہے۔

طب نبوی اور نماز تہجد کے فوائد

(۱) بے سکونی اور نیند کی کمی کا علاج (۲) دل کے امراض کے لیے تریاق اعظم ہے۔ (۳) اعصابی کھچاؤ اور جکڑاؤ کے لیے مفید ہے۔ (۴) دماغی امراض خاص کر پاگل پن کی خطرناک کیفیت کے لیے آخری علاج ہے۔ (۵) نگاہوں میں خاص طور پر جن کی نگاہ میں دو چیزیں نظر آتی ہوں ۔ اُن کا علاج ہے۔ (۶) انسانی جسم میں نشاط۔ فرحت اور غیر معمولی طاقت پیدا کرتا ہے جو اسے دن بھر ہشاش بشاش رکھتی ہے۔

نماز تہجد کی رکعات

تہجد کے لئے دو دو رکعت کر کے چار رکعت سے بارہ رکعت تک پڑھی جاسکتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ وتر کے علاوہ عموماً آٹھ رکعت نماز تہجد پڑھا کرتے تھے۔ دس اور بارہ رکعت بھی ثابت ہوئی ہیں۔ شامی نے کہا ہے کہ تہجد کی کمتر تعداد دو رکعتیں۔ اوسط چار اور اکثر آٹھ رکعتیں ہیں۔

اوقات نماز تہجد

اگر نمازی چاہے کہ تہائی رات جاگے اور دو تہائی سوئے تو چاہیے کہ بیچ کی تہائی میں جاگے اور اگر نصف شب جاگنا ہے تو آخری نصف میں جاگے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصے کر لے۔ پہلے تین حصوں میں سوئے اور چوتھے اور پانچویں میں جاگے اور چھٹے میں سوئے جیسا کہ صحیحین میں مروی ہے کہ حق تعالیٰ کو تمام (نفلی) نمازوں سے زیادہ محبوب داوٗد" کی نماز ہے کہ آدھی رات سوتے پھر تہائی رات جاگتے پھر چھٹا حصہ سوتے۔ (کذافی الحلیہ) نماز تہجد کا وقت آدھی رات کے بعد صبح صادق سے پہلے تک ہے۔ ❀

غیبت سے اجتناب کا حکم

شیریں گل رانا

☆ کسی کے بارے میں اس کی موجودگی میں دوسرے سے آہستہ بات کرنا ''چغلی'' ہے جبکہ اس کی غیر موجودگی میں کوئی ایسی بات کرنا جسے سن کر وہ ناراض ہو ''غیبت'' کہلاتی ہے۔ اگر وہ برائی یا عیب اس میں نہ ہو تو یہ ''بہتان'' کی صورت ہے (جس کی سزا اللہ تعالیٰ نے اسی کوڑوں کی سورہ نور میں بتائی ہے۔ یہ انتہائی معیوب بات ہے۔ اسلام کسی کے بارے میں پس پشت ایسی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتا جس سے مذکورہ شخص کو رنج پہنچے یا اسے دوسروں پر غصہ آئے۔

اسلام نے غیبت کے بارے میں کئی جگہوں پر قرآنی تعلیمات انسانوں تک پہنچائی ہیں۔ جیسے کہ سورۃ الحجرات میں فرمایا:

''اے ایمان والو! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ ہوسکتا ہے وہ اس قوم والوں سے بہتر ہو اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔

اس آیت کریمہ میں نہ صرف قوموں کو ایک دوسرے کا مذاق اڑانے سے منع کیا گیا ہے بلکہ عورتوں کو بھی خاص ہدایت ہے کہ وہ بھی ایسا ہرگز نہ کریں کیونکہ ہوسکتا ہے آج تم ان کو مذاق کا نشانہ بناؤ کل وہ تم پر ہنسیں یہ تمہیں ہرگز گوارہ نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ عزت کرو اور عزت کراؤ۔ حدود مت پھلانگو ورنہ تمہاری انا و عزت کی سرحدیں بھی توڑ ڈالی جائیں گی۔ عورتوں کے پاس مردوں کی نسبت کافی وقت ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی باتیں نمک مرچ لگا کر چسکے لے لے کر سنتی اور سناتی ہیں اور جانتی ہی نہیں کہ یہ ہلکی انہیں کتنی بھاری پڑ رہی ہے اور وہ کتنے بڑے گناہ کی مرتکب ہو رہی ہیں۔

قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ ہے کیا تم یہ بات پسند کرو گے کہ تم مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ۔ یہ تکلیف دہ عذاب دوسروں کی چغلیوں اور غیبتوں کے صلے میں مسلط کیا جاتا ہے اور ہوگا۔ ایک اور جگہ فرمایا (سورۃ الحجرات) ترجمہ: آپس میں ایک دوسرے پر الزام نہ لگاؤ عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کو برے ناموں سے یاد کرو۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان سرے سے قرآن پڑھتے ہی نہیں قرآنی تعلیمات کی اصل روح کہاں جانتے ہوں گے۔ بعض ایسے ہیں جو صرف قرآن ہل ہل کر ضرور پڑھ لیتے ہیں مگر معانی و مطلب اور تفسیر قرآن سے اکثر تمام عمر ہی محروم رہتے ہیں۔ کچھ پڑھیں گے تو ہی کچھ جانیں گے پھر زندگیوں میں بڑی تبدیلی آئے گی عام فرد سے بات پھیل کر مسلم اُمہ تک اثر پذیر ہوگی مگر ابھی جدوجہد کرنا ہوگی اور انہیں اس طرف لانے کی تگ ودو جاری رکھنی پڑے گی۔

ہم جانے انجانے میں ہر روز کتنی ہی بار اس قبیح گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں نہ توبہ استغفار نہ شرمندگی اور نہ اسے دھرانے سے نفرت، حالانکہ اگر ان واقعات کو صرف ایک بار دل کی آنکھ وا کر کے پڑھ لیں تو شاید چغلی غیبت و بہتان لگاتے وقت زبان لکنت کا شکار ہو جائے، دماغ سگنل دے ''مردہ گوشت'' ''مردہ گوشت'' اور پھر یہ گناہ سرزد ہونے سے رہ جائے۔

۱۔ حضرت صفیہؓ کا اونٹ مرگیا آپ نے حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ ایک اونٹ تم اسے دے دو۔ حضرت بی بی عائشہؓ نے حضرت زینبؓ کی طرفداری کرتے ہوئے فرمایا ''اس چھوٹے قد والی کو؟'' دونوں ہنس دیں۔ آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیا پھر آپ نے انھیں توبہ کی تلقین کی اور دوسروں کا مذاق اڑانے سے منع فرمایا۔

۲۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اکٹھے کہیں تشریف فرما تھے۔ تھکے ماندے تھے تھوڑی دیر استراحت فرمانے لگے اپنے غلام سے کہا کہ کچھ پکا دو وہ بھی سو گیا۔ جب یہ دونوں صاحبان سو کر اٹھے تو غلام کو سوتے پایا ناراض ہوئے اور کچھ بھلا چنگا کہہ دیا پھر اسے آنحضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تا کہ کچھ کھانے کو لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ تو کھانا کھا چکے۔ انہیں کہو کہ قے کر کے دیکھ لیں ابھی تازہ گوشت کھایا ہے۔ ان حضرات نے ایسا ہی کیا اور سچ پایا۔ توبہ کر کے آنحضور کی خدمت میں حاضری دی۔

۳۔ ایک بار ایک کمزور سے صاحب آنحضور ﷺ کی مجلس سے رخصت ہوئے دو اشخاص آپس میں کہنے لگے ہائے! ''بے چارہ کتنا کمزور ہے'' آپ نے فرمایا ''غیبت ہو گئی چاہو تو قے کر کے تازہ خون کے نشانات دیکھ لو''۔

۴۔ ایک بار نبی کریم ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ روزہ کھولنے کی اجازت لے لینا۔ چنانچہ لوگ

اجازت لینے لگے ایک شخص بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اور چار بار عورتوں کیلئے اجازت چاہی آپ بار بار منہ پھیر لیتے آخر فرمایا تمہاری عورتوں کا روزہ ہی کب تھا؟ وہ چغلیوں سے روزہ توڑ چکی ہیں پیالہ دو اور قے کراؤ ایسا کیا گیا تو خون اور گوشت کے لوتھڑے نکلے۔

آپ ﷺ نے صحابہ کو تاکید فرمائی کہ انہیں کسی کے بارے میں بلا وجہ بلا ضرورت نہ بتایا کریں تاکہ آپ ﷺ کا دل ان کی طرف سے خراب نہ ہو یا میلا نہ ہو۔

یہ چند واقعات عبرت پکڑنے کو کافی ہیں۔

کوشش کریں دوسروں کے احوال کو نہ کریدیں دوسروں کو حقیر نہ جانیں کہ سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بے شک بعض گمان تو گناہ ہوتے ہیں اور جاسوسی نہ کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے جس کی غیبت ہو جائے اسے کوئی ہدیہ دیں یا اسے کچھ پڑھ کر بطور نذرانہ بھیج دیں یا اس کے لئے دعا کریں۔ توبہ استغفار کرلیں ہو سکتا ہے جسے برا سمجھا ہے وہ ہم سے اچھا ہو۔ بہادر شاہ ظفر کے مطابق۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر، تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

حضرت شعیب علیہ السلام

شفاعت رسول ہاشمی

حسب ونسب

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین ازواج تھیں۔ حضرت سارہؓ۔ حضرت ہاجرہؓ اور حضرت قطوراؓ۔ بنی سارہ سے حضرت اسحاقؑ اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کا ظہور ہوا۔ بنی حاجرہ سے حضرت اسمٰعیلؑ اور خاتم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کا ظہور ہوا اور بنی قطورا سے حضرت شعیب علیہ السلام پیدا ہوئے۔

ان کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ شعیب بن رعوائیل بن عیفاہ بن مدیان بن ابراہیمؑ (زوجہ قطورا)

حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر قرآن میں

قرآن حکیم میں حضرت شعیب علیہ السلام اور انکی قوم کا تذکرہ سورۃ اعراف، ہود اور شعراء میں قدر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اور سورۃ حجر اور عنکبوت میں مختصر ہے۔ ان سورتوں میں حجر کے علاوہ حضرت شعیب علیہ السلام کا نام دس جگہ مذکور ہے۔

سورۃ	آیات
اعراف	۸۵۔۸۸۔۹۰۔۹۲
ہود	۸۴۔۸۷۔۹۱۔۹۴
شعراء	۱۷۷
عنکبوت	۳۶

قومِ شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام دو قوموں کی طرف مبعوث ہوئے۔ اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ۔ آپ کا نسلی تعلق مدین سے تھا۔ ہمارے اکثر مفسرین و مورخین کو یہ شبہ ہوا ہے کہ مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ مگر یہ خیال درست نہیں ہے۔ دراصل یہ دو مختلف قومیں تھیں۔ قرآن کریم نے ان دونوں کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ ان کے وطن بھی الگ تھے اور ان کی تباہی اور عذاب کی صورتیں بھی مختلف تھیں۔ البتہ ان دونوں میں قدر مشترک یہ تھی کہ دونوں تجارتی قومیں تھیں۔ دونوں میں تجارتی بددیانتی ،دھوکے بازی، ناپ تول میں کمی، لوٹ مار اور ظلم و فساد کی خصلتیں ایک جیسی تھیں اور ان دونوں قوموں کا تعلق بھی بنی قطورا سے تھا۔ اہلِ مدین حضرت قطورا کے چوتھے بیٹے، مدیان کی نسل سے اور اصحاب الایکہ حضرت قطورا کے دوسرے بیٹے یقسان کے فرزند وڈان کی نسل سے تھے۔

مدیان اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے پہلو ہی میں حجاز میں آباد ہو گیا تھا۔ یہی خاندان آگے چل کر ایک قبیلہ بن گیا اور شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے اُنکی بعثت کے بعد یہ قوم شعیب کہلایا۔

مدین اور حضرت شعیب علیہ السلام

اہلِ مدین، مدین بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے۔ یہ قوم خلیج عقبہ کے سواحل اور جزیرہ نمائے سینا کے مشرقی حصے میں آباد تھی۔ بحرۂ احمر اور خلیج عقبہ کے سرے پر مدین نامی شہر آباد تھا اور اب تک اسی نام سے اُسی جگہ موجود ہے۔ یہ مقام اُس مشہور قدیم تجارتی شاہراہ پر تھا جو یمن سے سواحل بحرۂ احمر سے ہوتی ہوئی حجاز اور تیما سے گزر کر شام کو جاتی ہے اور جسکو قرآن نے اِمَـــامٍ مُّبِین کہا ہے۔ یہاں سے یمن، عرب ہندوستان، مصر اور شام کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ اس لئے یہ جگہ قدیم عہد سے بین الاقوامی تجارت کی ایک بڑی منڈی بن گئی تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس قافلے نے کنویں سے نکالا تھا اور پھر مصر لے جا کر فروخت کر دیا تھا وہ انہی مدیانی تاجروں اور اسمٰعیلی عربوں کا تجارتی قافلہ تھا۔ رفتہ رفتہ ان میں وہ تمام بداعمالیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ یعنی بددیانتی، ناپ تول میں کمی، لین دین میں بے ایمانی، سُود اور دھوکہ دہی وغیرہ۔ علاوہ ازیں یہ گھات لگا کر مسافروں کو لوٹنے کے لئے بھی بیٹھا کرتے تھے۔

مذہبی اعتبار سے یہ قوم مشرک اور بت پرست تھی۔ اُن کا سب سے بڑا دیوتا بعل تھا۔ اُسکے مندر میں لوبان اور بخورات جلائے جاتے تھے۔ اور قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں۔ اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے آگے اولاد کو بھی زندہ آگ میں ڈال دیا جاتا تھا۔

تجارتی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے یہ قوم بہت خوشحال اور متمول تھی۔ گو یہاں طوائف الملو کی پھیلی ہوئی تھی مگر ساتھ ہی تہذیب وتمدن کے آثار بھی موجود تھے۔ قبائل کی زندگی متمدّن تھی اور ہر قبیلے کا ایک سردار یا ایک شیخ ہوتا تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اپنے قبیلے کے سردار تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے سب سے پہلے اُن کو دین ابراہیمی کی بلایا۔ توحید کی تعلیم دی اور شروعت

پرستی سے روکا۔ ساتھ ہی آپ نے ان کی اخلاقی و معاشرتی اصلاح کی بھی سعی فرمائی اور حقوق العباد کی حفاظت، ایمانداری اور تعلقات کی دوستی کی کوشش فرمائی مگر بجائے اصلاح حال کے وہ قوم الٹی آپ کی دشمن بن گئی اور جو لوگ آپ پر ایمان لے آئے تھے ان پر سختیاں کرنا اور مظالم ڈھانا شروع کر دیئے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے جیسے ایک انسان کے کہنے سے ہم اپنی آزادی اور اپنے آباؤ اجداد کا مذہب کیسے چھوڑ دیں۔ ہمیں اختیار ہے کہ اپنے مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں، جسطرح چاہیں اس کو حاصل کریں اور جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ اس میں مداخلت کا کسی کو کیا حق ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو اُنکی کوئی حقیقت نہیں۔ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے علاوہ نہ کسی میں کوئی قوت ہے نہ اختیار۔ تو سب سے منہ موڑ کر صرف اسی کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ یاد رکھو! ایک دن آنے والا ہے جب سب کو اللہ کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ رہی تمہاری مال و دولت، تو یہ تمہاری نہیں، عطیۂ الٰہی ہے۔ اور تمہیں اسکا امین بنایا گیا ہے۔ اسکو جائز اور حلال طریقے سے کماؤ۔ اور چوری، دھوکا دہی اور ناپ تول میں کمی سے باز آجاؤ۔ اللہ نے تمہیں فراغت دی ہے تو اسکا شکر بجالاؤ لیکن تم نے ظلم اور بے ایمانی سے لوگوں کے حقوق تلف کیئے اور ایمان نہ لائے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں عذاب الٰہی نازل نہ ہو جائے اور تم تباہ و برباد نہ ہو جاؤ اس لئے کہ نافرمانی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ (سورۃ ھود)

قوم نے طعن و طنز کرتے ہوئے کہا کہ کیا تمہاری نماز اور عبادت تمہیں یہ سکھاتی ہے کہ جن دیوتاؤں کی پُوجا ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں اس سے ہمیں روک دو اور اپنے مال میں جو تصرف ہم کرنا چاہیں تمہارے کہنے سے نہ کریں؟ تمہارے کیا کہنے ہیں تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اس طنز کی پرواہ کیے بغیر ان سے کہا کہ دیکھو، اللہ تعالیٰ نے نبوت اور ہدایت عطا فرما کر روشن دلیلوں کے ساتھ مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور حلال روزی عطا فرمائی ہے تو کیا اس ہدایت کے ملنے کے بعد میں اس کے خلاف کچھ کر سکتا ہوں؟ اور تمہارے دلوں میں جو یہ شُبہ چھپا ہوا ہے کہ میں تمہیں غلط طریقوں سے روک کر خود دولت جمع کرنے کے لیے ان پر عمل کرنے لگوں گا تو یہ غلط اور بے بنیاد ہے۔ میں تو صرف تمہاری اصلاح چاہتا ہوں اور میرا بھروسہ صرف اللہ ہی کے کرم پر ہے۔ پچھلی قوموں کو دیکھو کہ نافرمانی اور بداعمالی کے نتیجے میں ان پر کیسے کیسے عذاب نازل ہوئے۔ قوم نوح کے ساتھ کیا پیش آیا۔ قوم ھود اور قوم صالح پر کیا گزری اور قوم لوط کا کیا انجام ہوا۔ اور قوم لوط کا واقعہ تو کچھ ایسا دور کا بھی نہیں۔ تو گناہوں سے توبہ کرو۔ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس سے بخشش طلب کرو کہ وہ بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ (سورۃ ھود: ۸۷ تا ۹۰) قوم نے بالآخر لا جواب ہو کر دھمکی دی کہ اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ اب تک ہم صرف تمہارے بھائی بندوں کے خیال سے رُکے ہوئے تھے۔ اس پر اللہ کے رسول کو جلال آگیا اور آپ نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''کیا میرے بھائی بندوں کا ڈر تمہیں خدا کے خوف سے زیادہ ہے؟ تم میرے خلاف جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔ میرا خدا تمہارے سب اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر نازل ہوتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اس دن کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

قوم نے آخری بار آپکو چیلنج دیا کہ یا تو ہمارے آبائی مذہب میں لوٹ آؤ یا پھر عوقب و نتائج کے لئے تیار ہو جاؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا اللہ کی طرف سے ہدایت و بصیرت ملنے کے بعد ہم شرک و گمراہی کی طرف لوٹ جائیں؟ ناممکن ہے۔ معلوم ہوتا ہے اب تمہارا وقت پورا ہو چکا اس لیے ہم اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے اور ہمارا بھروسہ اُسی پر ہے۔

بہر حال جب دلیل و حجت تمام ہوگئی اور قوم کا کفر و طغیان حد سے بڑھ گیا تو بارگاہِ الٰہی سے ان کی تباہی کا حکم صادر ہوا۔ عذاب الٰہی ایک ہیبت ناک چیخ کی صورت میں نازل ہوا اور ساتھ ہی شدید زلزلہ آیا جس سے یہ قوم ہلاک ہوگئی اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ اس عذاب سے صرف حضرت شعیب علیہ السلام اور مؤمنین کی جماعت بچالی گئی۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور اصحاب الایکہ

اصحاب الایکہ کا مطلب ہے، جنگل والے۔ ان کا مسکن بھی عرب کی اسی قدیم تجارتی شاہراہ پر تھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور جو یمن سے حجاز اور عقبہ ہوتی ہوئی شام تک جاتی ہے۔ اسی شاہراہ پر مدین

کے قریب تبوک، حِجا اور رقیم (پیٹرا) کے جوار میں یہ قوم آباد تھی۔ یہاں ساتویں صدی قبل مسیح تک جنگل موجود تھا اسی لئے یہ لوگ اصحاب الایکہ یا جنگل والے کہلائے۔ یہ بھی تجارتی قوم تھی اور اس میں بھی وہی تمام بداخلاقیاں اور بداعمالیاں موجود تھیں جن کا ذکر اوپر مدین کے سلسلے میں ہو چکا ہے۔ ان کے مذہبی اعتقادات بھی اہلِ مدین سے ملتے جلتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی مذہبی اور معاشرتی اصلاح کے لئے انتھک کوشش کی مگر بدبخت قوم نے آپکی تبلیغ وارشاد کا صرف یہ جواب دیا کہ کہنے لگے، تم تو سحر زدہ معلوم ہوتے ہو۔ تم اور کچھ نہیں، ہماری ہی طرح کے ایک انسان ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو آسمان کا ایک ٹکڑا ہم پر لا گراؤ۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا کام تو صرف تبلیغ وارشاد ہے۔ اعمال کا محاسبہ کرنا اور سزا دینا اللہ کا کام ہے۔ وہ تمہارے اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔ وہ قادر ہے۔ جب چاہے گا تمہیں سزا دے گا۔ بالآخر قوم نے جس عذاب کو طلب کیا تھا۔ وہ اُن پر نازل ہوا۔ عذاب الٰہی بادل کی صورت میں نمودار ہوا۔ اس بدنصیب قوم پر آگ کی بارش ہوئی جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔ اس کا ذکر قرآن پاک کی سورت الشعرا آیت: ۱۷۷ میں آیا ہے۔

عمر اور قبر شعیب علیہ السلام

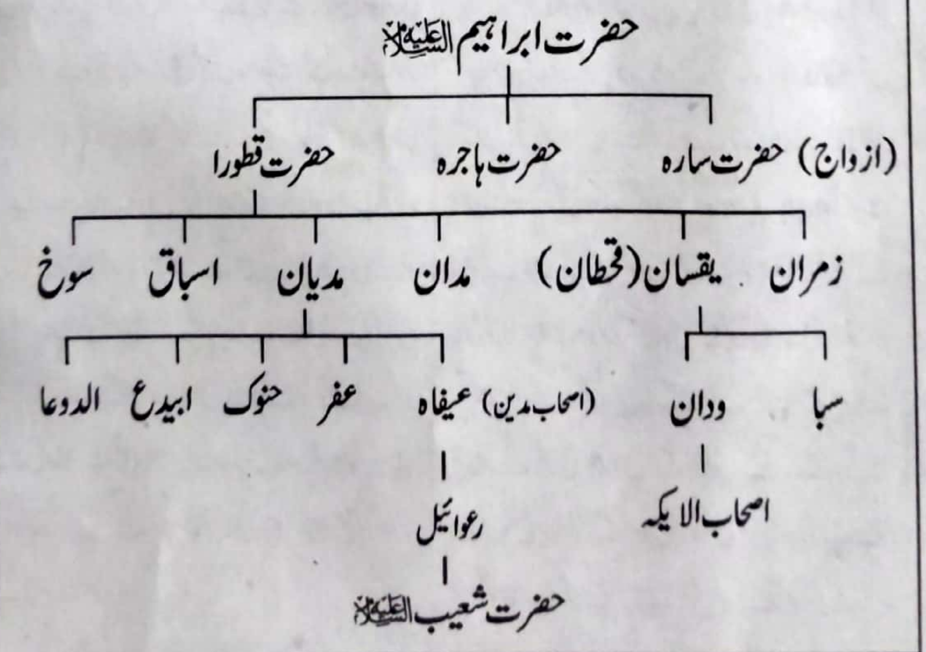
حضرت شعیب علیہ السلام نے بہت طویل عمر پائی۔ آپکی صحیح عمر توراۃ میں مذکور نہیں ہے۔ قتل قبطی کے حادثاتی واقعے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلی دفعہ مصر سے مدین آئے تھے، اس وقت حضرت شعیب علیہ السلام کافی ضعیف ہو چکے تھے۔ حضرت موسیٰؑ دس سال تک مدین میں آپ کے ساتھ رہے۔ پھر دوبارہ جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے اور بیابان سینا میں آئے تو حضرت شعیبؑ حیات تھے اور آپ نے حضرت موسیٰؑ کو انتظامی معاملات میں اپنے تجربے کی بنا پر مفید مشورے دیئے تھے۔ مدین اور اصحاب الایکہ کی تباہی کے بعد آپ نے جماعت مومنین کے ساتھ وہاں سے ہجرت فرمائی۔ مگر ہجرت کر کے آپ کہاں تشریف لے گئے اسکی تشریح قرآن وتوراۃ میں نہیں ملتی۔ البتہ ہمارے مفسرین کہتے ہیں کہ آپ جنوبی عرب میں حضرِ موت تشریف لے گئے اور وہیں آپ نے رحلت فرمائی۔

حضرِ موت میں ایک قبر ہے جو زیارت گاہِ عوام و خواص ہے۔ وہاں کے باشندوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام کی قبر ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدین اور اصحاب الایکہ کی ہلاکت کے بعد یہاں بس گئے تھے اور یہیں ان کی وفات ہوئی۔ حضرِ موت کے مشہور شہر "شیون" کے مغربی جانب میں ایک مقام ہے جسکو "شبام" کہتے ہیں۔ اس جگہ اگر کوئی مسافر وادی ابن علی کی راہ ہوتا ہوا، شمال کی جانب چلے تو وادی کے بعد وہ جگہ آتی ہے جہاں یہ "قبر" ہے۔ یہاں مطلق کوئی آبادی نہیں ہے اور جو شخص بھی یہاں آتا ہے صرف زیارت ہی کے لیے آتا ہے۔

اولاد و شجرۂ نسب

توراۃ نے آپ کی سات بیٹیوں کا ذکر کیا ہے مگر قرآن میں آپکی صرف دو بیٹیوں کا ذکر ہے۔ جن کی ملاقات مدین کے کنویں پر حضرت موسیٰؑ سے ہوئی تھی۔ جب آپ مصر سے مدین آئے تھے۔ ان میں سے ایک بیٹی کا نام صفورا تھا جنکی شادی حضرت موسیٰؑ سے ہوئی۔ آپ کی فصاحت و بلاغت کی بنا پر آپ کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ ❁

حضرت شعیب علیہ السلام کا شجرۂ نسب



حضرت قباثؓ بن اشیم کنانی

طالب الہاشمی

☆ ایک مرتبہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی ملاقات ایک کبیرالسن صاحب رسولؐ سے ہوئی تو اس نے ان سے پوچھا:۔

"اے صاحب رسولؐ آپ نے خاصی بڑی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے جمال جہاں آرا سے اپنی آنکھیں روشن کیں ذرا یہ تو بتایئے کہ آپ بڑے تھے یا رسول اللہ ﷺ؟"

عبدالملک کا سوال سن کر ان صاحب رسولؐ کے دل میں ہوک سی اٹھی اپنے آقا و مولاؐ کی یاد نے انہیں بے چین کر دیا اور وہ رُندھی ہوئی آواز میں بولے:۔

"رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے تھے بہت بڑے البتہ میری عمر حضورؐ سے زیادہ تھی۔"

یہ صاحب رسولؐ جن کو سید المرسلین ﷺ کا اس قدر پاس ادب تھا کہ حضورؐ کے مقابلے میں اپنے سن کی زیادتی کو بھی بڑائی کہنا گوارا نہ تھا، حضرت قباثؓ بن اشیم تھے۔

حضرت قباثؓ بن اشیم کا شمار ان مجاہد صحابہؓ میں ہوتا ہے جن کا بڑھاپا بھی انہیں وطن سے سینکڑوں میل دور جا کر میدان جہاد میں حق کی خاطر جان کی بازی لگانے سے نہ روک سکا۔ ان کا تعلق بنو کنانہ سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

قباثؓ بن اشیم بن عامر بن ملوح بن فسیعر بن عوف کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبدمناۃ بن کنانہ۔

حضرت قباثؓ غزوہ بدر (۲ ہجری) تک اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے اور قریش مکہ کے لشکر میں شریک ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑنے آئے تھے۔ چونکہ وہ اپنے قبیلے کے نہایت بہادر اور جنگ آزما لوگوں میں سے تھے اس لیے قریش کے لشکر میں انہیں خاص اہمیت حاصل تھی، ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ غزوہ بدر کے بعد ان کے دل میں یکا یک شمع ایمان روشن ہو گئی اور وہ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہو کر سعادت اندوز اسلام ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر پچپن اور ساٹھ سال کے درمیان تھی لیکن بڑے قوی اور توانا تھے۔ حافظ ابن حجرؒ نے "اصابہ" میں لکھا ہے کہ انہوں نے عہد رسالت کے کئی غزوات میں سرور عالم ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا اور ہر معرکے میں اپنی شجاعت و بسالت کا سکہ بٹھادیا۔

سرور دو عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں شام پر فوج کشی ہوئی تو حضرت قباثؓ اپنے بڑھاپے کے باوجود بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ لشکر اسلام میں شامل ہو گئے اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں داد شجاعت دی، اہل سیر نے یرموک کی خونریز جنگ میں ان کی شجاعت اور سرفروشی کا خصوصیت سے تذکرہ کیا ہے اس لڑائی میں وہ اسلامی لشکر کے میسرہ کے افسر تھے ہنگام کارزار میں ایک موقع پر ایک رومی جرنیل ابن قناطیر نے اسلامی فوج کے میسرے پر اس زور کا حملہ کیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اس نازک گھڑی میں حضرت قباثؓ بن اشیم کچھ دوسرے افسروں (حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت عمرؓ بن العاص، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اور حضرت یزیدؓ بن ابوسفیانؓ) کے ساتھ میدان جنگ میں ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور رومیوں کے تند و تیز سیلاب کو روکنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگادی۔ اس وقت حضرت قباثؓ یہ رجز پڑھ رہے تھے:۔

"اگر مسلمان مجھے کھوئیں گے تو ایک بہترین سپہ سالار اور پشت پناہ کو کھودیں گے جو جنگ کی ہولناکیوں کا مقابلہ کرتا ہے، جس کے دل میں کبھی خوف راہ نہیں پاتا۔ جو ایسا شمشیر زن اور ہیبت ناک حملہ آور ہے، جس کی کوئی مدافعت نہیں کرسکتا۔"

اُن کے ہاتھ سے تلواریں اور نیزے ٹوٹ کر گرتے جاتے تھے مگر خوف و ہراس ان کے نزدیک بھی نہ پھٹکتا تھا اور وہ یہ کہہ کر لوگوں سے دوسری تلواریں اور نیزے لیتے جارہے تھے۔ کہ "کوئی ہے جو اس شخص کو ہتھیار دے، جس نے اللہ سے اقرار کیا ہے کہ میدان جنگ سے ہٹے گا تو مر کر ہٹے گا۔ لوگ ان کے ہاتھ میں تلوار یا نیزہ لا کر دیتے تو وہ پھر شیر کی طرح جھپٹ کر رومیوں پر جا پڑتے۔ حضرت قباثؓ اور ان کے دوسرے ساتھیوں کی پامردی اور سرفروشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے اور انہوں نے رومیوں کو عبرتناک شکست دی۔

ابن اثیرؒ کا بیان ہے کہ جب شام پر مسلمانوں کا مکمل استیلا ہو گیا تو حضرت قباثؓ نے مستقل اقامت اختیار کرلی اور طویل عمر پا کر اسی شہر میں سفر آخرت اختیار کیا، ان کا سال وفات کسی کتاب میں درج نہیں ہے۔ البتہ عبدالملک سے ان کی ملاقات کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کے دور حکومت (۶۵ھ تا ۸۶ھ) میں حیات تھے۔ ❀

اسلام اور ضرورت مرشد

حسن اختر ملک

☆ انسان کی بیماری دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اور دوسری روحانی، جب کسی انسان کو جسمانی بیماری لگتی ہے تو وہ جسمانی بیماری کے معالج کے پاس جاتا ہے۔ جسمانی بیماری کے معالج ڈاکٹر ہیں، حکیم ہیں، اور ہومیوڈاکٹر وغیرہ۔ بیماری کی حالت میں ان معالجین کے پاس جانا ضروری ہے۔ اسطرح جب انسان کو روحانی بیماری لگتی ہے۔ تو اس کے معالج کے پاس جانا ضروری ہے۔ روحانی بیماری کے معالج شیخ، مرشد، اولیا اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "جس نے میری طرف رجوع کیا اسکی پیروی کرو۔" اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا جو شیخ خداوند کریم کیطرف رجوع کرتا ہے۔ اس کی پیروی کرنا اور اس کے دامن کو پکڑنا۔ اور اس کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد کیوں فرمایا ۔کہ میری طرف رجوع کرنے والے کی پیروی کرو۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے۔

"میں تمھاری شہ رگ سے بھی قریب ہوں۔"

یعنی اللہ ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ لیکن ہمیں نظر نہیں آتا۔ کیا وجہ ہے؟ اس سلسلہ میں ایک مثال سمجھیے۔ انسان کی آنکھ ہر چیز کو دیکھتی ہے ۔مگر جب آنکھ میں سرمہ لگ جاتا ہے۔ تو سرمہ نظر نہیں آتا۔ نظر کیسے آئے گا؟ کسی چیز کا سہارا لینا پڑے گا۔ وہ یہ ہے کہ اگر شیشہ دیکھے تو آنکھ میں سرمہ نظر آجائے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ہے تو بہت قریب لیکن نظر نہیں آتا۔ یعنی رب کی معرفت نہیں ہوتی۔ اگر معرفت الٰہی چاہتے ہو تو کسی اللہ والے کا دامن پکڑو۔ دامن کس کا پکڑنا چاہیے؟ دامن اس کا پکڑا جائے جو شریعت مصطفیٰ ﷺ کا پابند ہو۔ اسی پیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دو۔ جو پانچ وقت کا نمازی ہے۔ جس کے چہرے پر سنت رسول ﷺ سجی ہوئی ہے۔ اس کے قول و فعل اس کا اٹھنا بیٹھنا بلکہ زندگی کے تمام معاملات سنت مصطفیٰ ﷺ کے مطابق ہوں۔ کامل ولی کی پہچان کیا ہے؟

حضور امام الانبیا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

کیا میں تمہیں نیک لوگوں کی علامات بتاؤں۔ صحابہ کرام نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جب انہیں دیکھو تو اللہ یاد آجائے۔" (مشکوۃ شریف)

یعنی ولی کامل کی نشانی یہ ہے کہ اس کا چہرہ دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

پیر کامل صورت ظل الٰہ — یعنی دید پیر دید کبریا

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس چیز کو وضع کر دیا کہ:

"اور کہنا اس کا نہ مانوں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش دل پر چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔"

اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ ہر کسی کی اطاعت نہ کرو اور جاہل و بے علم اور بھنگی چرسی کو اپنا پیر نہ بنالو۔ جنھیں اپنا بھی ہوش نہ ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ مرشد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا" "اور جسے گمراہ کرے تو کوئی اس کا حمایتی راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے۔" صرف کلمہ پڑھ لینے سے بات نہیں بنے گی۔ اس کی حدود و قیود پر بھی عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ ورنہ صرف نام کے مسلمان ہو نگے۔ اگر مسلمان ہیں تو پکے اور سچے مسلمان بن جائیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

"فاسعلو ا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔"

"پس اہل ذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے یعنی اللہ والوں کے پاس جاؤ۔" ان سے دین کے بارے میں راہنمائی حاصل کرو اور مرشد کا بھی یہی مطلب ہے۔ جس طرح بغیر ملاح کے کشتی دریا عبور نہیں کر سکتی اسی طرح بغیر مرشد کامل انسان خدا تعالیٰ تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے پندرھویں پارے کے آخر میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا واقعہ بیان فرمایا ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ راہ طریقت کا علم حاصل کرنے کے لیے مرشد و رہنما ضروری ہے۔

ایک بار حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کی جماعت میں بہت عالی شان بیان فرمایا، وعظ کے بعد کسی نے پوچھا کیا آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ تم سے بڑے عالم خضرؑ ہیں موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے اُن کا پتہ پوچھا فرمایا جس جگہ دو دریا آپس میں ملتے ہیں وہ آپ کو وہاں ملیں گے اور اُس کی یہ نشانی بتائی کہ جس جگہ بھُنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی جائے وہاں ملیں گے، آپ نے مچھلی لی اور یوشعؑ کو جو آپ کے خدمتگار تھے۔ ساتھ لیکر چلے، دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ جو بحر فارس اور بحر روم تھی۔ یہاں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی ملاقات ہونا تھی جب جب وہاں پہنچے تو وہاں ایک پتھر کی چٹان تھی۔ اُس کے نیچے آب حیات کا چشمہ تھا ان دونوں بزرگوں نے آرام فرمایا ۔اور ناشتہ کے لیے بھنی ہوئی مچھلی ساتھ تھی۔ اسے جب پانی لگا تو وہ زندہ ہو کر پانی میں اتر گئی۔ یوشعؑ بیدار تھے۔ اور یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب

حضرت موسیٰؑ بیدار ہوئے تو آپ سے یہ واقعہ عرض کرنا بھول گئے۔ اور دونوں وہاں سے چل پڑے جب دوپہر کا وقت آیا تو حضرت موسیٰؑ نے کھانا طلب کیا یوشعؑ پریشان ہو گئے عرض کی حضور میں آپ کو بتانا بھول گیا۔ وہ مچھلی تو وہیں پانی میں چلی گئی تھی جہاں ہم نے آرام کیا تھا حضرت موسیٰؑ نے جب سے یہ سنا تو فرمایا۔ واپس چلو ہماری منزل وہی ہے۔ جب اُسی مقام پر واپس آئے تو حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کو پالیا جنھیں اللہ تعالیٰ نے رحمت اور علم لدنی عطا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

حضرت خضرؑ سے موسیٰؑ نے کہا کہ کیا میں تمھارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادو گے نیک بات جو تمھیں تعلیم ہوئی۔

یعنی حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کو علم طریقت کے حصول کے لیے کہا حضرت خضر نے جواب دیا۔ بے شک۔ آپ ضرور میرے ساتھ رہیں مگر آپ میرا کام دیکھ کر صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں آپ کے کسی کام میں اعتراض نہیں کرو نگا پھر دونوں چلے۔ اور دریا کے کنارے پر پہنچے۔ تاکہ کشتی میں سوار ہو سکیں، تو ملاح نے حضرت خضرؑ کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لیے کشتی سوار کر لیا جب کشتی دریا کے درمیان پہنچی۔ تو حضرت خضرؑ نے کشتی کے درمیان سے دو پھٹے اُکھاڑ دیے۔ لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی کشتی میں نہ آیا۔ یہ دیکھ موسیٰؑ بول اُٹھے کیا آپ نے کشتی کو اس لئے پھاڑا کہ یہ تمام ڈوب جائیں یہ تم نے اچھا نہیں کیا ان ملاحوں نے ہم سے کرایہ بھی نہیں لیا۔ اور آپ نے ان کی کشتی کو خراب کر دیا۔ خضرؑ نے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰؑ کہنے لگے چلیں اب میں کوئی اعتراض نہ کروں گا۔ پھر دونوں چلے حتیٰ کہ ایک میدان آ گیا۔ یہاں بچے کھیل رہے تھے۔ ان میں ایک جیسور نامی بچہ نہایت ہی حسن و جمال والا تھا۔ خضرؑ اسے ایک دیوار کی آڑ میں لے گئے اور قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تم نے ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا تم نے بہت برا کیا خضرؑ نے فرمایا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسیٰؑ نے کہا کہ اگر اس کے بعد میں نے کوئی اعتراض کیا۔ تو پھر بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں۔ پھر دونوں چلے ایک بستی جس کا نام انطاکیہ تھا۔ کے پاس گزرے بھوک لگی ہوئی تھی۔ انھوں نے بستی والوں سے کھانا مانگا تو ان لوگوں نے انکار کر دیا۔ جب وہ لوگ اس بستی سے نکلنے لگے تو وہاں ایک دیوار جو سو گز اونچی تھی۔ گرنے والی تھی۔ حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو ہاتھ سے سیدھا کر دیا موسیٰؑ کہنے لگے کہ اعتراض تو کوئی نہیں لیکن ان لوگوں نے ہمیں کھانا نہیں دیا اور آپ نے ان کا کام کر دیا۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ "قال هذا فراق بيني و بينك" فرمایا کہ یہ تیری اور میری جدائی ہے۔ حضرت خضرؑ نے جاتے ہوئے فرمایا کہ اب ان باتوں کا باطن بھی جان لیجیے۔

نمبر ۱: جو کشتی میں نے پھاڑ دی تھی اس کے مالک غریب لوگ تھے ان کا بادشاہ "جلندی بن گرلز" بڑا ظالم تھا جو دریا کے دوسرے کنارے پر ہر سالم کشتی کو اپنے قبضے میں کر لیتا تھا۔ اس لیے میں نے کشتی کو عیب لگا دیا تاکہ ان غریب لوگوں کی کشتی بچ جائے۔

نمبر ۲: جس بچے کو میں نے قتل کر دیا تھا۔ اس کے والدین مومن تھے اور اس کی پیشانی پر کافر لکھا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ والدین بیٹے کی محبت میں کافر ہو جاتے۔ اللہ انھیں اس سے نیک اولاد عطا فرمائے گا۔

نمبر ۳: جو دیوار میں نے درست کی تھی وہ ان یتیم بچوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کے باپ نے خزانہ دفن کر دیا۔

عظیم لوگوں کی زندگی ہمیں یاد دلاتی اور دعوت فکر و عمل دیتی ہے کہ ہم بھی اپنی زندگی کی تعمیر کر کے شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکتے ہیں عظیم لوگوں کی زندگی زمانے کی شاہراہ پر اپنے نقوش چھوڑ جاتی ہے تاکہ سالکین راہ ان پر چل کر اپنی منزل مقصود کو پالیں۔

اولیائے کرام سے وابستگی کا راز

اولیائے کرام کی محبت اختیار کرنا ان سے وابستہ رہنا ان کے روحانی فیض سے مستفیض ہو اور کبھی بھی اپنے رب سے غافل نہ ہو جائے دنیا ان کی نگاہوں میں ہیچ اور حقیر نظر آئے اور رب کریم کے احکام کی عظمت ان کے دلوں میں راسخ ہو اور وہ پوری خواہش دلی اور خلوص نیت کے ساتھ پورے جذبے اور لگن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لائیں۔ اور رسول اکرم ﷺ کی سنت مطہرہ کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کریں۔

قرآن کریم میں اللہ کے نیک بندوں کے لیے عباد الرحمن، مومنین، متقین، صالحین، مفلحون اور اولیاء اللہ جیسے مختلف الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ جن سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ بندے ہیں، جو شریعت مطہرہ کی پیروی کرتے ہوئے اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرتے ہیں۔ جیسے نماز تو ہر مسلمان ادا کرتا ہے۔ لیکن مومنین کی شان یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق یعنی اپنی نمازوں میں خشوع خضوع اپناتے ہیں اور حضور ﷺ نے نماز کو مومنین کی معراج فرمایا ہے۔

حضرت بغدادؒ ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے کو مرید کے از خود ذکر حق کرنے سے بہتر گردانتے ہیں۔ اور حضرت خواجہ احرارؒ مقدس سرہ کے

فرمان کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا،، اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہاں بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے۔ پیر کا سایہ مرید کے لیے اس ذکر کے کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے

اس سلسلے میں حضور داتا گنج بخش فرماتے ہیں جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ تو وہ دنیا اور آخرت کے لیے فنا ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں سونا اور مٹی برابر ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اس کے لیے احکام شریعت کی ادائیگی نہایت سہل اور آسان ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا پیر کامل مل جائے تو اسے چاہیے اس مرد کامل کے وجود کو غنیمت مانے اور اپنے آپ کو ہمہ تن اس کے حوالے کر دے اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں تلاش کرے۔

پیر و مرشد سے محبت

جب مرید کو اپنے پیر سے محبت ہو محبوب سے جو کچھ بھی صادر ہو محب کی نظر میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے پھر اعتراض کی کہاں گنجائش رہتی ہے۔

پیر سے کرامت طلب نہ کرے

اپنے شیخ سے خوارق و کرامات طلب نہ کرے اگر چہ وہ طلب خطرات اور وساوس کی وجہ سے ہو۔ کبھی کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہ کیا معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے۔

جان لے کہ شیخ تمام کمالات اور فیوض کا منبع ہے مُرشد کا فیض مرید کی استطاعت کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ مرید کا کام ہے کہ مُرشد کے اعتقاد اور محبت پر ثابت قدم رہے۔

مرید کے لیے خطرناک مرحلہ

سالک راہ طریقت کے لیے کامیابیاں حاصل کرنا انتہائی خوش قسمتی کی بات ہے لیکن جس طرح ایک تاجر کو بے پناہ نفع حاصل ہوا اور ایک دن لاکھوں نقد جمع ہو جائیں۔ تو زر مال کی حفاظت کے لیے وہ انہیں خاص جگہ یا بنک میں فوراً محفوظ کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک کامیاب مرید کے لیے فیوض و برکات کے حصول کے بعد روحانی سرمائے کو محفوظ رکھنا بے حد ضروری ہے اس روحانی سرمائے کے دو بڑے ڈاکو ہیں۔ ایک نفس اور دوسرا شیطان یہ یاد رکھیں مرشد جس حالت میں بھی ہو مرید کے حال سے باخبر ہوتا ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں:

”بیعت ہوتے ہی انسان کی زندگی بدل جاتی ہے اور وہ بالکل دوسرا جنم لے لیتا ہے۔ اور نیا انسان بن جاتا ہے۔ اس نئی زندگی میں اس کو کامیابی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب وہ شیخ کا ہر حکم بلا چون و چرا مانے۔ جو جس قدر خلوص سے حکم مانتا ہے اتنا ہی جلدی کامیاب ہوتا ہے اور اتنے ہی بلند درجات پاتا ہے۔“

میرا یہ ذاتی تجربہ ہے عرصہ دو سال ہوئے میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے موجودہ شیخ جناب غلام رسول شاہد صاحب کے دست شفقت پر بیعت ہوا۔ بیعت ہونے سے پیشتر بھی میں پڑھتا تھا۔ اور دیگر عبادات بھی کرتا تھا۔ لیکن جو سکون میں نے بیعت ہونے کے بعد حاصل کیا اس کا مزا میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ قبلہ انصاری ”کے الفاظ کے مطابق میری زندگی ہی بدل گئی۔ ان دو سالوں کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ مضمون تحریر کیا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو منظور فرمائے اور مجھے اپنا قرب نصیب فرمائے۔ امین یارب العالمین۔ ❁

نعت رسول ﷺ

جو ذوق نغمہ ہمیں عشق مصطفائی دے
کلی جو چٹکے تو صلِ علیٰ سنائی دے

دل و نظر ہیں چراغ ہدیٰ کے پروانے
میں جان دے دوں اگر روشنی دکھائی دے

وہ ملتفت ہوں تو پھر ہجر بھی ہے عین وصال
جو دل میں ہے وہی صورت مگر دکھائی دے

پڑھوں قصیدہ میں ہر شب تمہاری زلفوں کا
ہر ایک شام جو اذنِ غزل سرائی دے

ہر ایک صبح لکھوں وصف روئے روشن کا
مرے قلم کو جو خورشید روشنائی دے

شکستہ تیغ، دریدہ سپر سپاہی کو
عدو سے حوصلۂ پنجۂ آزمائی دے

وہ لفظ بخش جو سوزِ دروں سے بھر جائیں
مرے کریم مجھے کاسۂ گدائی دے

خداوندا بحق باقی باللہ — فنا از ماسویٰ و باقی باللہ

محمود اقبال

اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا۔ اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔ سورۃ محمد آیت 7

حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ

☆ حضرت باقی باللہؒ سمرقند کے رہنے والے تھے آپ کا سلسلہ حضرت عمر یاغستانیؒ سے ملتا ہے جو حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ کی والدہ ماجدہ کے آباو اجداد میں سے ہیں۔ آپ علوم ظاہری میں مولنا صادق حلوانی کے شاگرد ہیں طریقت میں ظاہر نسبت وارادت آپؒ کو مولنا امکنگیؒ سے ہے لیکن باطنی اور روحانی تربیت آپؒ نے حضرت خواجہ احرارؒ سے حاصل کی۔ حضرت خواجہ امکنگی کے فرمانے پر آپؒ دہلی تشریف لے گئے۔ ہندوستان پہنچنے پر آپؒ ایک سال لاہور رہے اور یہاں کے بہت سے علما و فضلاء آپؒ کی محبت کے گرویدہ ہو گئے۔ اس کے بعد شہر دہلی میں جو دارالاولیاء اور بیت القراء تھا تشریف لے گئے۔ اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی جو نہایت دلکش اور ساحل دریا پر واقع تھا اور جس میں نہایت عظیم الشان مسجد تھی اور زمانہ وفات تک آپؒ یہیں مقیم رہے۔ اور ہندوستان میں نقشبندی سلسلہ کا آغاز آپؒ کی ذات گرامی سے ہوا۔

آپؒ میں عاجزی اور انکساری اس درجہ تھی کہ اگر کسی طالب سے کوئی خطا ہو جاتی تو فرماتے کہ یہ درویش بیچارے کیا کریں۔ یہ تو ہماری بدقسمتی کا اثر ہے جو ان پر منعکس ہو رہا ہے۔ آپؒ کی تواضع اور انکساری کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی طالب حق آپؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا تو اس سے بہت معذرت کے ساتھ فرماتے کہ میں کس لائق ہوں تم نے یہ گماں میرے متعلق قائم کیا ہے کہ میں اس کے شایان شان نہیں ہوں۔ کسی اور جگہ جاؤ اگر کوئی رہبر مل جائے تو مجھے اطلاع دینا تا کہ ہم بھی ان کی خدمت میں حاضر رہ کر فیض حاصل کریں۔ مگر صادق العقیدہ طالب آپؒ کے آستا[illegible]ک کو چھوڑ کر نہ جاتے گوہر مقصود سے اپنے دامن کو بھرتے۔

آپؒ کے متعلق بہت سی خوارق عادات اور کرامات منسوب ہیں ایک دفعہ ایک عورت کا تین چار سال کا لڑکا حصار فیروز آباد کی دیوار سے نیچے گر پڑا نیچے پتھر کا فرش تھا پتھر سے ٹکرا کر اس کے کان سے خون بہنے لگا اور سانس بند ہو گیا وہ عورت روتی پیٹتی حضرت کے قدموں میں گر پڑی حضرت کی عادت مبارک تھی کہ اپنی توجہ اور تصرف کو بہت چھپایا کرتے تھے۔ آپ [illegible] فرمایا ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچہ مرے گا نہیں حاضرین کو تعجب ہوا کونسی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے آپؒ ایک لحظہ خاموش رہے اور وہ قریب المرگ بچہ ٹھیک ہو گیا لوگ حیران رہ گئے۔

ایک دفعہ ایک فوجی افسر نے آپ کے ہمسائے پر بہت ظلم کیا۔ آپؒ سے اس کا ظلم برداشت نہ ہو سکا۔ آپؒ نے اس کو بلا کر نصیحت فرمائی مگر وہ ظالم اپنے ظلم سے باز نہ آیا۔ آپؒ کو مظلوم کی حالت پر ترس آیا۔ اور اس افسر کو بلا کر کہا کہ ہمارے حضرت خواجگان بڑے غیور اور خود دار ہیں۔ اور یہ شخص مظلوم انہیں کے پڑوس میں رہتا ہے۔ چنانچہ چند روز وہ افسر ایک چور کے خون کے مقدمہ میں گرفتار ہو کر قتل ہو گیا۔

آپؒ نے سورہ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا:
''کہ اس کو سورہ اخلاص اس لیے کہتے ہیں۔ کہ اس کو سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی وخفی کے غبار سے پاک وصاف ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں خلوص و اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ اعتقاد کا شرک جلی وخفی سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصہ امکان میں کسی طرح اس کا مثل نہ ہو۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ قدیم کو حادث سے الگ کرنے کا نام توحید ہے۔'' فرمایا:
''توکل کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو چھوڑ کو بیٹھ رہے۔ کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے۔ بلکہ سبب مشروع مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور عرف سبب پر نظر نہ رکھنی چاہیے۔ کیونکہ سبب کی مثال دروازے کی سی ہے۔ جو کہ خداوند تعالیٰ نے سبب پر پہنچنے کے لیے بنایا ہے۔ اسی صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کر لے کہ خدا اوپر سے پھینک دے گا تو یہ بے ادبی ہے کیونکہ دروازہ اللہ تعالیٰ کا ہی بنایا ہوا ہے۔ اور اس پر دلیل ہے کہ کھلا ہے کھلے ہوئے کو بند نہیں کرنا چاہیے۔ بعد ازاں اس کو اختیار ہے۔ چاہیے دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔''

1012 ہجری کو آپؒ نے انتقال فرمایا۔ اور مزار مبارک دہلی میں شاہ جہاں کے باہر صدر میں ہے۔

خداوندا بحق باقی باللہ — فنا از ماسویٰ و باقی باللہ

(اے پروردگار خواجہ باقی باللہ کے حق کے واسطے کے جنکے ہاں اللہ کے سوا سب فنا ہو چکا ہے۔) ❁

خوف و حزن

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی ؒ

☆ میرے خیال میں قارئین میرے اس احساس کے ہمنوا ہوں گے کہ اگر میں یہ کہوں کہ خوش وہ شخص نہیں جو خوش حال، خوش لباس اور خوش خوراک ہو بلکہ حقیقی معنوں میں خوش وہ ہے جو خوش رہے، اسی لئے اہل دل نے یہ آرزو کی ہے۔

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

اسی طرح کامیاب وہ شخص نہیں جس کا ہر کام ہو رہا ہے بلکہ کامیاب وہ ہے جس کا کسی سے کام ہی نہ پڑے، کلی کا چٹکنا اور بچے کا چہکنا دونوں کی فطرت ہے۔ اسی لئے یہ دونوں کیفیتیں جاذبیت اور معصومیت سے معمور اور لبریز ہوتی ہیں، کلی کی چٹک میں تصنع کیسا اور بچے کی چہک میں تکلف کیسا؟ زندگی بھی وہی خوبصورت ہے جس میں خوشی ڈھونڈی نہ جائے خود پھوٹ پڑے اور کام نکلوایا نہ جائے بلکہ کام پڑنے کی نوبت نہ آئے، اس بھری دنیا میں ایسی خوشی اور کامیابی کا کون طالب نہیں ہوگا؟ ساری تگ وتاز حیات اسی لئے ہے کہ بندہ خوش رہے اور کامیاب کہلائے یہ الگ بات ہے کہ دنیا نے خوشی کے مراحل اور کامیابی کے مدارج اپنے طور پر وضع کر لئے ہیں، خوشی کی اس قدر بے محابا آواز اور کامیابی کی بے تحاشا جستجو کے باوجود حقیقی مسرت ہنوز خواب اور کامرانی نایاب ہے۔

ناخوشی اور ناکامی کا اصل سبب ''اندیشہ'' ہے جسے انگریزی میں Fear کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید اسے...... خوف وحزن...... کا عنوان دیتا ہے۔

اس دنیا میں پائیدار خوشی اور دائمی کامیابی کا تصور تو کیا جا سکتا ہے۔ حصول اور وجود تقریباً ناممکن ہے، اندیشہ کبھی پیچھا نہیں چھوڑتا، کوئی سیری ایسی نہیں جس کے بعد بھوک نہ ہو، کوئی سیرابی ایسی نہیں جس کے بعد پیاس نہ ہو، کوئی صحت ایسی نہیں جو بیماری سے کلیۃً پاک ہو، کوئی جوانی ایسی نہیں جسے بڑھاپا نہ آئے، کوئی قہقہہ ایسا نہیں جو آنسو سے بالکل ناآشنا ہو، کوئی عروج ایسا نہیں جسے زوال نہ ہو، اور کوئی زندگی ایسی نہیں جس کا خاتمہ موت پر نہ ہو، ہر چیز کے ساتھ ایک اندیشہ لاحق ہے۔

اس مسلسل تجربے اور بدیہی حقیقت کے باوجود لوگوں نے حصول مسرت کے لئے اقتدار کی پناہ لی، دولت سے ہم آغوش ہوئے، اور شہرت کی طلب کی، مگر اس اندیشے سے نجات نہ پا سکے کہ کہیں اقتدار چھن نہ جائے، دولت دغا نہ دے جائے اور شہرت روٹھ نہ جائے، چنانچہ اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے سازش کی گئی، جبر کے حربے آزمائے گئے، خونی رشتے پامال کئے گئے اور عوام کو مسلسل عذاب میں ڈالا گیا، دولت کے حصول کے لیے جائز و ناجائز کا فرق مٹایا گیا اور ضمیر بیچ کر امیر بننے اور رہنے کے جتن کئے گئے، اسی طرح شہرت کے لپکے نے انسان کو ایسا ڈھنگ اپنانے اور کرتب دکھانے پر آمادہ کیا کہ انسان اور بندر کے درمیان تمیز اٹھ گئی، اللہ کی الہامی کتاب قرآن مجید نے حقیقی مسرت اور لازوال کامیابی کا گر یہ بتایا کہ انسان خوف اور حزن سے پاک ہو جائے، تو وہ اللہ کا دوست یعنی...... ولی اللہ...... بن جاتا ہے۔

''آگاہ رہو اللہ کے دوست نہ خوف میں مبتلا ہوتے اور نہ حزن کا شکار ہوتے ہیں۔'' (یونس: ٦٢)

خوف اور حزن دو کیفیات ہیں، جن کا تعلق انسان کے باطن، سوچ، فکر اور دل سے ہوتا ہے، انگریزی کا لفظ Anxiety ٹھیک وہی معنے دیتا ہے جو عربی میں خوف کے ہیں جس کا مفہوم ہے۔ بے چینی، بے تابی اور اضطراب، اسی طرح Depression کا وہی مطلب ہے جو قرآن مجید میں..... حزن کا ہے، یعنی مایوسی، پژمردگی، اداسی اور آزردگی۔

ان دونوں کیفیات اور اصطلاحات کو اگر کھول کر بیان کیا جائے تو مدعا یہ سامنے آئے گا کہ کسی چیز کے پانے، اپنانے، اور حاصل کرنے کی تڑپ خوف کے زمرے میں آتی ہے، آدمی کے حصول مدعا کے لئے بے چین ہو جاتا ہے کہ یہ نعمت کھو نہ جائے، چھن نہ جائے اور سلب نہ ہو جائے، اس فکر میں وہ اداس اور آزردہ رہنے لگتا ہے، اور اگر وہ واقعی چلی جائے تو پھر انسان اداس اور مایوس ہو جاتا ہے، جب کہ اللہ کے دوست نہ کسی غیر ضروری چیز کے طالب ہوتے ہیں اور نہ خوف ان پر غالب آتا ہے۔ اور جو چیز حاصل نہ ہو اس کے چلے جانے کا حزن لاحق نہیں ہوتا۔ یہ ہے رازِ مسرت اور کلید کامرانی۔

یہاں بات یہ نہیں ہو رہی کہ امیر عشق کرتے رہیں اور غریب قناعت، بلکہ اس کا لب لباب یہ ہے کہ چند انسانوں نے جو حصولِ لذت و مسرت کے لئے پوری دنیا میں اندھیر مچا رکھا ہے۔ انہیں آئینہ دکھایا جائے کہ وہ سب کچھ پا کر بھی اگر خوف وحزن کے حصار میں رہتے ہیں تو کیا بہتر نہیں کہ وہ پانے کے لپکے سے آزاد ہو کر خود بھی بے خوف ہو جائیں اور

مخلوق خدا کو بھی غمگین نہ ہونے دیں، مسرت کے حصول کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی مجبور کو آنسو بہانے پر مجبور کیا جائے بلکہ مظلوم کے آنسو پونچھ کر لطف سمیٹا جائے، بیوہ کے سر سے دوپٹہ اتار کر مسرت نہیں ملتی، اسے پناہ دے کر راحت نصیب ہونی چاہیے، کسی یتیم کو جھڑک کر دور ہٹانے سے آدمی خوش نہ ہو بلکہ اسے لپک کر سینے سے چمٹانے سے شاد ہو۔

جنہیں ہر لحظہ پانے کا جنون ہوتا ہے پھر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اس کی قیمت کیا دی جارہی ہے۔ خوشامد، چاپلوسی، بے غیرتی، چمچہ گیری، مدح سرائی، قصیدہ خوانی، بے توقیری یہ سبھی کچھ کرنا پڑتا ہے خدا معلوم یہ سب کچھ کرنے اور غیرت، حمیت، انانیت عزت نفس گنوا دینے کے بعد کچھ مل بھی جائے تو کیا راحت حاصل ہوتی ہوگی؟ راحت و مسرت کوئی دال سبزی نہیں جو دکان سے مل جائے سراسر ایک کیفیت ہے مگر جو شخص ان تمام لطیف کیفیات کو حصول مطلب کے لئے خود ہی پامال کر ڈالے وہ سکون میں کیسے رہتا ہوگا؟ رہ گئی وہ چیز جس کا بندہ مستحق ہے تو وہ گھر بیٹھے مل جاتی ہے کیا سقراط نے دانش اپنی عزت نفس بیچ کر لی تھی؟ کیا افلاطون کو دماغ اپنی غیرت تج کر ملا تھا؟ کیا جنیدؒ و بایزیدؒ کو ولایت کسی بادشاہ کی خوشامد کے عوض نصیب ہوئی تھی؟ کیا مولانا رومؒ اور سعدی شیرازیؒ کو یہ شہرت و دوام کسی ہوس میں مبتلا ہو کر ارزاں ہوئی؟ کیا غزالیؒ و رازیؒ کو یہ مقام دولت کے بل بوتے پر حاصل ہوا ہے؟ کیا اقبالؒ کی قلندری کے پیچھے کوئی تونگری کارفرما ہے؟ ہرگز نہیں بات وہی ہے جو پہلے ہو چکی ہے۔ کہ ؎

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق

آدمی اگر پانے کے خمار اور کھو جانے کے آزار سے پاک ہو جائے تو وہ مٹی کے ڈھیلے سے سونے کے ڈلے جیسا حسن پاتا ہے اور اسے کچے چھپر میں قصر مرمر جیسا سکون ملتا ہے، حبیب جالب کے ایک جملے نے مجھے پہروں تڑپا کر رکھ دیا تھا کہ "لوگوں نے اتنا پایا نہیں جتنا میں نے ٹھکرایا ہے۔" اہل دنیا پانے کے فن سے تو آگاہ ہے، کبھی ٹھکرانے کا ہنر بھی آزمالیں، شاید فردوس گم گشتہ اسی خطۂ ارضی پر مل جائے۔ ❀

عظیم اخلاص

☆ مسلمانوں اور کفار کے مابین سخت جنگ ہو رہی تھی اس جنگ میں حضرت علیؓ بھی بڑی بے جگری اور دلیری کے ساتھ لڑ رہے تھے آپ نے کفار کے ایک زبردست پہلوان پر قابو پالیا اور اُسے زمین پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے قریب تھا کہ حضرت علیؓ اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتے اس کافر نے حضرت علیؓ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا آپ کو بہت غصہ آیا اور آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا اور اس کے سینے سے اُٹھ بیٹھے وہ کافر آپ کے اس طرزِ عمل سے بڑا حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ حضرت علیؓ نے بجائے میری گردن اُڑانے کے مجھے چھوڑ دیا ہے آخر ماجرا کیا ہے؟

اس پہلوان نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ نے مجھ پر مکمل طور پر قابو پایا تھا اور قریب تھا کہ میری گردن تن سے جدا کر دیتے مگر مجھے سمجھ نہیں آئی کہ آپ نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ آپ کو کیا دکھائی دیا کہ جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟ کیا بات ہوگئی کہ آپ کا اس قدر تیز غصہ یکدم فرو ہوگیا۔ یعنی کہ ایک بجلی تیزی سے چمکی اور یک لخت واپس ہوگئی۔ اس واقعہ کے اثر سے میرے دل میں ایک بجلی سی کوندگئی ہے۔ آپ نے مجھ پر قابو پانے کے باوجود میری جان بخشی کر دی۔ اس راز سے پردہ اٹھا دیجیے کہ آخر آپ نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے لیے لڑتا ہوں میں اللہ کا بندہ ہوں اپنے نفس کا غلام نہیں ہوں بے شک میں شیر خدا ہوں۔ مگر خواہشات نفسانی کا شیر نہیں ہوں جب میں نے تجھے زمین پر گرا دیا اور تجھ پر قابو پالیا اور قریب تھا کہ تیری گردن اڑا دیتا مگر تم نے میرے چہرے پر تھوک دیا اور مجھے اس بات سے سخت غصہ آیا پھر میں نے تجھے اس لیے چھوڑ دیا کہ اب اگر میں تیری گردن اڑاتا تو اپنے اس نئے پیدا شدہ غصے کی وجہ سے اڑاتا جو کہ صرف اور صرف میری اپنی ذات کی وجہ سے پیدا ہوا تھا اور میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ چنانچہ میں سوچا کہ اب اگر اس کی گردن اڑاتا ہوں تو یہ ایک انتقامی کارروائی ہوگی اور اللہ کی راہ میں لڑنے کا جو مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ چنانچہ اس بناء پر تجھے معاف کر دیا اور اپنے غصے پر قابو پاتے ہوئے تجھ سے انتقام نہ لیا۔

اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ دشمن کے ساتھ جنگ صرف اللہ کی خاطر کرنی چاہیے اور ذاتی انتقام سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ❀

کائنات کی تخلیق پر غور و فکر

پروفیسر ڈاکٹر فضل کریم

☆ قرآن حکیم میں انسان کو زمین و آسمان کی پیدائش یعنی کائنات کی تخلیق کے بارے میں غور و فکر اور تدبر کی ہدایت کی گئی ہے تا کہ انسان تخلیق کو دیکھ کر خالق کو دیکھے۔ یہ امر یقینی ہے کہ انسانی ذہن کسی عظیم تخلیق اور شاہکار کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اس کے خالق کی طرف رجوع کرے، کیونکہ تخلیق اپنے خالق کی مظہر ہوتی ہے۔ صاحبانِ بصیرت اور اللہ کے برگزیدہ بندے ہمیشہ کائنات کی تخلیق پر تفکر کرتے رہے ہیں اور کرتے رہتے ہیں۔ زمین اور آسمان کی تخلیق پر تفکر عرفانِ الٰہی کا موجب بن سکتا ہے اور پھر انسان کا اپنے خالقِ حقیقی سے قرب و تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ اس کی واضح مثال ہمارے سامنے ہے۔ جب چاند پر پہلے انسان نے قدم رکھا اور اس نے چاند کی سطح سے تاریک خلا میں تیرتی ہوئی اور چاند ہی کی مانند منور زمین کے حسن و جمال کا مشاہدہ کیا تو بے اختیار پکار اٹھا ''خدا عظیم ہے'' (God is Great)۔ آج کا سائنس دان اپنی تمام تر کاوشوں، تحقیق و تجربات اور مشاہدات (جو صدیوں سے ہو رہے ہیں) کے باوجود کائنات کی بے پناہ وسعتوں کا احاطہ نہیں کر سکا اور اس کی لامحدودیت نے اسے ورطۂ حیرت میں ڈالا ہوا ہے لیکن اس کا مشاہدہ جاری ہے اور جاری رہے گا تا کہ وہ کائنات کے مشاہدہ کے ذریعے خالقِ کائنات کو دیکھے۔

جو لوگ زمین اور آسمان کی پیدائش (یعنی کائنات کی تخلیق) پر غور و فکر کرتے ہیں وہ قرآن حکیم کی زبان میں اولی الالباب (عقل والے یا اہلِ عقل و دانش) کہلاتے ہیں جیسا کہ کلامِ الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے۔

''بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں ''عقل والوں'' کے لیے نشانیاں ہیں۔ (اللہ کے برگزیدہ بندے وہ ہیں) جو اٹھتے، بیٹھتے، کروٹ پر لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور و فکر کرتے ہیں۔ (اور پکار اٹھتے ہیں) کہ اے ہمارے رب! آپ نے اس کو عبث پیدا نہیں کیا۔ آپ کی ذات پاک ہے سو ہم کو دوزخ کی آگ سے بچا لیجیے۔'' (سورۃ آل عمران آیات 191,190)

غور کرنے والے لوگ ذکر اور فکر کے بعد کہتے ہیں کہ اے اللہ تو نے کائنات کا یہ کارخانہ بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا۔ یقیناً ان عجیب و غریب پُرحکمت انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم نتیجے پر جا کر ختم ہوگا۔ گویا یہاں سے ان کا ذہن آخرت کی زندگی کی طرف جاتا ہے جو موجودہ زندگی کا آخری، قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے کیونکہ موجودہ زندگی عارضی اور ناپائیدار ہے اور تخلیق کے تمام اجزاء رُو بہ زوال ہیں جیسا کہ مرزا غالب نے اپنے ایک خوبصورت شعر میں نشان دہی کی ہے۔

ہیں زوال آمادہ اجزاء آفرینش کے تمام
مہرِ گردوں ہے چراغِ رہ گزارِ بادیاں

چنانچہ ایک سمجھ دار انسان جب زمین اور آسمان کی تخلیق اور دن رات کے نظام پر غور و فکر کرتا ہے تو اسے یقین کرنا پڑتا ہے کہ کُل کائنات کو بنانے والی ایک قادرِ مطلق ہستی ہے اور اس بے کنار و بسیط کائنات پر اس کا کنٹرول ہے۔ جو لوگ خالقِ کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہتے ہیں ان کے دل میں موت یا قیامت کا خوف بھی نہیں رہتا۔ لہٰذا انسان کو کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کرتے رہنا چاہیے۔ جس شخص میں غور و فکر کی عادت ہے وہ اپنی روح سے کلام کرتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کے نتیجے میں انسان کو خالقِ کائنات کی عظمت و قدرت، اس کے علم و اختیار اور اس کی بے پایاں ربوبیت کا عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کو ان عجائباتِ تخلیق اور قدرتِ الٰہیہ کو دیکھ کر بھی باری تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ ہو وہ اہلِ عقل و دانش ہی نہیں۔ علامہ اقبال نے بھی انسان کی توجہ ان مظاہراتِ قدرت کی طرف دلائی ہے۔

کھول آنکھ، زمیں دیکھ، فلک دیکھ، فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

لہٰذا کائنات کی تخلیق کے اسرار و رموز پر غور و فکر کرنے کے بعد ''عقل والے'' پکار اٹھتے ہیں کہ ربِ کائنات نے یہ کائنات بے مقصد نہیں بنائی بلکہ اس کا مقصد بندوں کا امتحان بھی ہے جو اس میں کامیاب ہوا اس کے لیے ابدالآباد تک جنت کی نعمتیں ہیں جو ناکام ہوا، اس کے لیے نارِ جہنم (دوزخ کی آگ) ہے۔ اس لیے وہ اس نار سے بچنے کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ آخر میں مصنف بقول اقبال اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہے کہ

محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

❁

حضرت لقمان حکیمؑ شخصیت و اقوال

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت

☆ لقمان حکیم زمانہ جاہلیت کی ایک برگزیدہ ہستی ہیں، جنہوں نے اپنی حکمت اور دانائی کی وجہ سے نمایاں مقام حاصل کیا۔

زمانہ جاہلیت کے مشہور شعراء مثلاً امراؤالقیس، لبید، اعشیٰ طرفہ وغیرہ کے کلام میں بھی ایک لقمان نامی شخص کا ذکر موجود ہے جس نے طویل عمر پائی۔ عموماً ان کی عمر کو سات گدھوں کی عمر کے برابر کہا گیا ہے علاوہ ازیں ان کی حکمت اور دانائی کا بھی بعض شعراء نے ذکر کیا ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع اسلام کے وقت عربوں میں لقمان کی شخصیت دانائی اور حکمت کے حوالے سے جانی پہچانی تھی۔ ہجرت سے قبل مدینہ منورہ سے سوید بن صامت نامی ایک شخص مکہ مکرمہ حج بیت اللہ کے لئے آئے۔ انہوں نے آپؐ کو حاجیوں کے درمیاں تبلیغ کرتے سنا تو عرض کیا کہ آپؐ جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اسی طرح کی باتیں صحیفہ لقمان میں بھی ہیں۔ آپؐ کی فرمائش پر سوید نے صحیفہ لقمان میں سے کچھ زریں باتیں سنائیں آپؐ نے ان اقوال کی تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے پاس تو اس سے بھی بہتر کلام ہے۔ چنانچہ آپؐ نے قرآن حکیم کا کچھ حصہ اسے سنایا، سوید اس کلام سے بے حد متاثر ہوا اور کہا کہ واقعی یہ تو صحیفہ لقمان سے بھی بہتر ہے۔

اللہ کریم نے لقمان حکیم کی بعض نصائح کا قرآن کریم میں ذکر فرما کر ان کو حیات جاوداں عطا کی اور پوری ایک سورۃ کو بھی ان کے نام سے منسوب کیا۔

عربوں میں قدیم ایام سے لقمان ایک معروف شخصیت ہونے اور ان کے صحیفہ کی موجودگی کے باوجود ان کا نسب معروف نہیں۔ اغلباً قرآن حکیم کے اس اعزاز و تکریم کے بعد مسلمان اہل علم نے ان کے نسب کی طرف توجہ دی تا کہ یہ جانا جاسکے کہ کون سے لقمان، لقمان حکیم ہیں۔

میسر قدیم مصادر کا جائزہ لینے کے بعد لقمان نامی شخصیات کے تین نسب نامے سامنے آسکے۔

۱۔ عبید بن شریہ (م ۲۳ھ) جو قدیم بادشاہوں کی تاریخ اور قصے کہانیوں کے لیے مشہور تھے۔ ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجان میں اس کے آگے اضافہ کرتے ہوئے لکھا:

لقمان بن عاد بن الملطاط بن السکسک بن وائل بن حمیر

بعد میں آنے والے علماء میں سے ابن الجوزی ۵۹۷ھ اور ابن الاثیر نے بھی اسی کو اپنی کتابوں میں بیان کیا۔

۲۔ مشہور مؤرخ مسعودی م (۳۴۶ھ) لقمان حکیم کا نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لقمان الحکیم و ھو لقمان بن عنقاء بن مر بد بن صاوون

ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر میں اسی نسب نامے کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ بیان کیا۔

۳۔ زمخشری (م ۵۳۸ھ) اور قاضی بیضاوی (م ۸۸۵ھ)

نے اپنی تفاسیر میں لقمان حکیم کا نسب یہ لکھا: لقمان بن باعوراء من اولاد آزر لقمان الحکیم کی شخصی زندگی کے بارے میں بعض مولفین نے لکھا ہے کہ وہ شادی شدہ تھے انکی بیوی اور بیٹا کافر تھے جو بعد میں اسلام لے آئے۔

لقمان حکیم کے بارے میں یہ بحث بھی چلی کہ وہ آزاد تھے یا غلام، طبری، مسعودی، زمخشری، ابن کثیر وغیرہم نے انہیں حبشی غلام کہا ہے، جن کے ہونٹ موٹے، پستہ قد بھاری بدن والے تھے۔

عبید بن شریہ اور ابن ہشام، نے ایک مرد آزاد عاد ثانیہ کا ایک نیک دل بادشاہ کہا ہے جسے تین یا سات گدھوں کے برابر عمر عطا ہوئی۔

ان کے تذکرہ نگاروں میں ایک یہ بھی بحث ہے کہ آیا وہ نبی تھے یا مرد دانا۔ لقمان حکیم کے اکثر تذکرہ نگاران کو حکیم و دانا اور مرد صالح قرار دیتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انکو نبوت اور حکمت میں اختیار دیا گیا۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ اگر اس میں اختیار کی بات ہے تو وہ حکمت پسند کریں گے سو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت سے نوازا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بنو اسرائیل میں فتویٰ دیا کرتے تھے پھر جب داؤد علیہ السلام کو پیغمبری ملی تو فتویٰ دینا موقوف کر دیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب پیغمبر کے ذریعے کفایت فرمائی تو مجھے اس پر اکتفا کر لینا چاہیے۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ داؤد علیہ السلام لقمان پر رشک کیا کرتے تھے کہ بوجہ عطائے حکمت بہت سی آزمائشوں سے بچ گئے جبکہ بوجہ عطائے حکومت وہ اس میں مبتلا ہوئے۔

ان کے پیشے کے بارے میں مندرجہ ذیل اقوال ملتے ہیں:

الف۔ بڑھئی تھے۔ ب۔ چرواہے تھے۔
ج۔ درزی تھے۔ د۔ بنو اسرائیل کے قاضی تھے

حضرت لقمان کو حضرت ایوب کا بھانجہ کہا گیا ہے اور خالہ زاد بھائی بھی۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت ایوب سے علم سیکھا اور داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا، بنی اسرائیل میں قاضی رہے۔

لقمان حکیم کے تذکرہ نگاروں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا

جاسکتا ہے۔ ابن ہشام کی روایت کے مطابق وہ عربی النسل تھے اور عاد ثانیہ کے نیک طبیعت بادشاہ تھے۔ برصغیر کے مشہور محقق و سیرت نگار بعض شواہد کی بنا پر ابن ہشام کی رائے کی تائید کرتے ہیں اور یہی رائے ان کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی کتاب قصص القرآن میں اختیار کی ہے۔

طبری، زمخشری، ابن کثیر کی بیان کردہ روایات کے مطابق وہ افریقی الاصل غلام تھے۔ زمخشری نے مشہور تابعی سعید بن المسیوب کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ امین، حق گو اور مصنف مزاج ہونے کی بنا پر حکمت عطا ہوئی۔ ان کے حکیمانہ اقوال و امثال کے عرب میں مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اصلاً نوبی تھے مگر مدین اور ایلہ کے باشندے ہونے کی وجہ سے زبان عربی تھی۔

اس وقت ہمارے سامنے سب سے زیادہ غور طلب پہلو یہ ہے کہ قرآن حکیم میں مذکور لقمان حکیم، کتاب التیجان اور اخبار عبید میں مذکور لقمان بن عاد ہیں یا لقمان حکیم کوئی اور ہیں؟

کتاب التیجان میں مذکور روایت وھب بن منبہ کی طرف منسوب ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ شداد بن عاد کی وفات کے بعد لقمان بن عاد کو حکومت ملی۔ لقمان کو سو آدمیوں کے برابر حاسہ اور اک عطا ہوا تھا اور اپنے زمانے میں سب سے زیادہ طویل القامت شخص تھے۔

مختلف مصادر میں یہ روایت بھی بیان ہوئی ہے کہ جب بنو عاد کئی برس تک قحط میں جتلا رہے تو ان کا ایک وفد جس میں لقمان بن عاد بھی تھے مکہ مکرمہ بارش کی دعا کے لیے گیا۔ یہ وفد بشمول لقمان بن عاد جب مکہ آیا اور اپنے ننھیال میں مہمان ہوا تو تقریباً ایک ماہ تک مہمان نوازی کے مزے لوٹتا رہا اور جس مقصد کے لیے وہ مکہ آیا تھا اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میزبان جب ان کے طویل قیام سے پریشان ہو گیا تو کسی بہانے ان کو مکہ آنے کا مقصد یاد دلایا تو وفد خانہ کعبہ دعا کے لیے گیا اور پھر اس موقع پر لقمان اور اس کا ایک ساتھی جس کا نام ابو سعید بیان کیا گیا وہ پیچھے رہ گئے۔ جب وفد دعا مانگ کر واپس آ گیا تو یہ دونوں یعنی ابو سعید اور لقمان خانہ کعبہ گئے۔ ابو سعید کے بارے میں ہے کہ اس نے گڑگڑا کر رب کے حضور نیکی و تقویٰ کے عطا کیے جانے کی درخواست کی جبکہ لقمان نے کہ اے رب میں تو اپنے لیے تیرے حضور کچھ مانگنے آیا ہوں سو میری درخواست قبول کر۔ جب آسمان سے آواز آئی کہ اپنی مراد مانگ تو اس نے عمر مانگی سو اس کی خواہش پر اسے طویل عمر دی گئی۔

طویل عمر کے لیے ان کے اشتیاق کا اندازہ کتاب التیجان کی اس روایت سے بھی ہوتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد طویل عمر کی دعا کیا کرتے تھے۔

بعض روایات میں یہ بھی بیان ہوا کہ لقمان کی بیویاں ان سے بے وفائی کرتیں سو انہوں نے بیویوں کو اس جرم کی پاداش میں قتل کر دیا ازاں بعد بے گناہ بیٹی صحر کے قتل کے بھی مرتکب ہوئے اس لئے کہ وہ بھی عورت تھی۔

ابن ہشام نے اپنی کتاب التیجان میں وھب بن منبہ کی طرف منسوب یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ لقمان بن عاد بادشاہ حمیر اپنی نیکی اور بھلائی کے لیے مشہور تھا اور لوگوں کو ایمان اور اسلام کی طرف بلاتا تھا

کتب امثال میں لقمان بن عاد کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی شخصیت بعض معاملات میں بطور ضرب المثل بیان کی جاتی تھی مثلاً

طویل عمر کے لیے (معمرین میں سے تھے) پیٹو (بہت زیادہ کھانے والا)۔

جھوٹ موٹ بہت بڑے دعوے کرنے والا۔

ان حاصل شدہ معلومات کی روشنی میں کسی قول کو ترجیح دینے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ لقمان حکیم کے بارے میں مستشرقین کی آراء کو بھی قاری کے سامنے لکھا جائے۔

یہود و نصاریٰ کی قدیم مذہبی اور سیاسی کتابوں کا سرسری جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان کتابوں میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا تعلق یہود و نصاریٰ سے نہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بی ہیلر (B.Heller) نے اپنے مقالہ لقمان میں انہیں ایک افسانوی اور خیالی شخصیت قرار دیا ہے۔

بعض علمائے یورپ ایک یونانی حکیم Aesop اور لقمان کو ایک قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف جو تمثیلات منسوب ہیں وہ کسی حد تک ملتے جلتے ہیں۔

بعض اہل علم کا خیال ہے عہد نامہ قدیم (تورات) میں مذکور بلعام Ballam سے مراد لقمان ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ عبرانی لفظ بلع اور عربی کا لقم (نگلنا، کھانا) دونوں کے معنی ایک ہی ہیں لہٰذا لقمان سے مراد بلعام ہی ہیں۔

بعض نے اقوال کی مناسبت اور یکسانیت کی وجہ سے Ahikar جو اپنے وقت کے ایک عقل مند انسان سمجھے جاتے تھے ان کی باقیات میں شمار کیا ہے۔

امثال لقمان حکیم کے نام سے Charles Schier نے 1893ء میں Leipic سے ایک کتابچہ مع فرانسیسی ترجمہ شائع کیا ہے۔ یہ امثال تعداد میں اکتالیس ہیں۔

مختلف مصادر سے جو معلومات جمع ہو سکی ہیں ان کے مطابق میری ترجیحات درج ذیل ہیں۔

مختلف مصادر میں مذکور لقمان بن عاد اور قرآن حکیم میں وارد لقمان دو علیحدہ علیحدہ شخصیات ہیں ترجیح کے

اسباب درج ذیل ہیں:

کتاب التیجان میں ایک عادل اور نیک بادشاہ لقمان بن عاد کا ذکر ہے لیکن اسی کتاب اور اخبار عبید بن شریہ میں لقمان بن عاد نامی شخص کی جانب جو باتیں منسوب کی گئی ہیں مثلاً طویل عمری کی خواہش، قوم عاد پر نازل قحط کر دور کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کرنا اور پھر وہاں اس مقصد کو پس پشت ڈال کر ننھیال کی ضیافت میں گم ہو جانا۔ ازاں بعد خانہ کعبہ جا کر یہ کہنا کہ میں اپنی ذات کے لیے تیرے حضور درخواست لے کر آیا ہوں۔ بیویوں کو خیانت کے جرم میں قتل کرنا اور پھر اپنی بیٹی کو بھی اس جرم کی پاداش میں قتل کر دینا کہ تو بھی عورت ہے۔ ایک نیک سیرت انسان کے شایان شان نہیں۔

علاوہ ازیں کتب امثال میں ان کی شخصیت جن حوالوں سے مشہور بیان کی گئی ہے وہ بھی ایک مرد دانا کی صفات نہیں ہو سکتیں جہاں تک اس مسئلہ کا تعلق ہے کہ وہ عربی النسل تھے یا افریقی النسل آزاد تھے یا غلام، اللہ کریم نے اپنی رحمتوں اور نعمات کی عطا میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی اور حسب ونسب، جنس، آزادی وغلامی وغیرہ کو بنیاد نہیں بنایا اس کے ہاں انعامات واکرام کے استحقاق کی بنیاد صرف اور صرف تقویٰ ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ "ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم "

ان کے بارے میں یہ روایت زیادہ قرین از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ وہ حبشی غلام تھے جسے آقا نے ان کی حکمت ودانائی کی بنیاد پر آزادی ایسی نعمت سے نوازا۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے (اسناد کی کمزوری کی بنیاد پر بعض لوگ ان روایات کو درست تسلیم نہیں کرتے) سعید بن المسیب کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے کہ ان کے پاس ایک حبشی غلام آیا جو اپنی رنگت کی وجہ سے رنجیدہ تھا سعید نے کہا کہ غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوڈانیوں میں تین آدمی بہتر ہوئے ہیں: لقمان الحکیم، حضرت بلالؓ اور حضرت عمرؓ کے غلام مھجع۔ ابن عباس نے ایک روایت آپ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تین حبشی اہل جنت میں سے ہیں: لقمان، نجاشی اور بلال۔

خالد الربعی کی روایت ہے کہ لقمان حبشی غلام تھے۔ ایک دن ان کے مالک نے ان سے ایک بکری ذبح کرنے اور اس کے دو بہترین حصے لانے کو کہا۔ لقمان نے بکری ذبح کر کے زبان ودل آقا کو پیش کیے۔ مالک نے پوچھا کہ آیا اس سے بہتر کوئی اور حصہ نہیں۔ اس پر لقمان نے نفی میں جواب دیا۔ ایک دن مالک نے لقمان کو بکری ذبح کر کے اس کے سب سے برے حصے پیش کرنے کو کہا تو اس بار بھی لقمان نے دل اور زبان پیش کر دیئے۔ مالک بولا کہ میں نے تمہیں بکری کا بہترین حصہ لانے کو کہا تو تم نے زبان اور دل پیش کر دیا۔ اور آج جبکہ بکری کا سب سے برا حصہ لانے کو کہا تو تب بھی تم نے یہی دو چیزیں پیش کر دیں۔ اس پر لقمان نے جواب دیا کہ اگر یہ دو چیزیں اچھی ہوں تو ان سے بہتر کوئی شے نہیں اور جب یہ دو بری ہوں تو اس سے بدتر کوئی اور چیز نہیں۔

ایک اور روایت ہے کہ ایک شخص کا گزر لقمان کے پاس سے ہوا۔ لوگ ان کے پاس جھمگٹا لگائے ہوئے تھے۔ اس شخص نے لقمان سے کہا کیا تم وہی سیاہ فام چرواہے نہیں جو فلاں جگہ جانور چرایا کرتا تھا۔ لقمان نے اثبات میں جواب دیا۔ وہ شخص بولا کہ تم اس مقام تک کس طرح پہنچے؟ لقمان نے جواب دیا سچ بولنے، امانت ادا کرنے اور غیر ضروری امور کو ترک کرنے کی بدولت۔ یہ چند واقعات اس امر کی زیادہ تائید کرتے ہیں کہ وہ محض اپنی نیک خصال اور اعمال کی بدولت اللہ کے محبوب بندے قرار پائے۔ تا آنکہ وہ قرآن کریم کا موضوع قرار پائے۔

جہاں تک یونانی حکیم Aesop کا تعلق ہے وہ ایک نیم تخیلاتی شخصیت ہیں ان کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا آف برینٹیکا کا مقالہ نگار کہتا ہے:

The obscurity in which the hisotry of Aesop is involved has induced some scholars to deny his existe nce altogether

اس مقالہ نگار نے ان کی طرف منسوب تمثیلات و حکایات کو بعد کے دور کی تخلیق کہا۔ Aesop پر انسائیکلوپیڈیا آف امیریکانا کا مقالہ نگار بھی کچھ اسی طرح کے خیالات کا اظہار کرتا ہے اس کا کہنا ہے

The ancient life of A esop which has come down in scularal several version, thought intresting in itself, is of no historikl value....

لہٰذا لقمان اور Aesop نہ ایک شخصیت کے دو نام ہو سکتے ہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ہم لقمان کو عربوں کا Aesop قرار دیں۔ کیونکہ Aesop کی شخصیت کے متعلق شکوک و شبہات کا اظہار خود مستشرقین نے کیا ہے۔۔

یہ کہنا کہ تورات میں مذکور بلعام اور لقمان ایک ہی شخصیت ہیں اسکی حقیقت بھی ہم مستشرقین کی تحریروں کی روشنی میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

In the new Testament Balam is cited as a type of avarice the Talmud represent him as a typical sinner and there

are the usual worthless Rebbanical fables ,e.g. that he was blind of one eye....

درج بالا بیانات سے معلوم ہوا کہ عہد نامہ جدید اور قدیم دونوں میں بلعام کی شخصیت کو ناپسندیدہ صفات کا حامل کہا گیا ہے لہٰذا لقمان اور بلعام کی معنوی مماثلت دونوں کو ایک شخص قرار دینے کے لیے ناکافی ہے۔علاوہ ازیں لقمان کی صفات حمیدہ اور مکارم اعمال وعقائد کی خود قرآن نے شہادت دی ہے۔

Charies Schier کے شائع کردہ امثال لقمان حکیم اور اس کا فرانسیسی میں ترجمہ بعنوان Fables Lokman Suranomme Le Sage جعلی ہے۔اس کتابچہ میں مذکور امثال کی عربی ناقص ہے علاوہ ازیں اس میں بیان کردہ اکتالیس امثال ونصائح مختلف جانوروں کی زبانی بیان کی گئی ہیں۔لقمان کے کسی بھی تذکرہ نگار نے اس بات کی طرف اشارہ نہیں کیا کہ امثال ونصائح میں ان کا یہ انداز تھا نیز ان کی طرف منسوب روایات ونصائح جو مختلف کتب میں موجود ہیں وہ بھی اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ لقمان کا انداز بیان یہ نہ تھا۔غالباً یہ وہی مجموعہ ہے جو J.Derenourg نے 1299ء میں شائع کیا۔آخر الذکر کر کے بارے میں قطعی بات کہنی مشکل ہے۔

لقمان حکیم کے بارے میں قرآن نے یہ بات بڑے واضح طور پر بیان کی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو وہ نصائح اور حکمت کی باتیں تلقین کیں جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو بڑی عمدگی کے ساتھ سموئے ہوئی ہیں اور جن کی ادائیگی ہی انسان کی دارین میں فلاح کی ضامن ہے۔آئندہ صفحات میں بیان کردہ نصائح کے بارے میں یہ بات ہی قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ یہ زبانی روایت کے ذریعے نسل در نسل ہوتی ہوئی مسلمان اہل علم تک پہنچیں۔

وھب بن منبہ (تابعی) کا قول ہے کہ انہوں نے لقمان حکیم کی حکمت کے دس ہزار سے زائد ابواب پڑھے تھے۔

مقالہ کے آغاز میں یہ بات ذکر ہوئی کہ مدینہ منورہ کے ایک شہری سوید بن صامت کے پاس بھی صحیفہ/مجلہ لقمان موجود تھا جو حکیمانہ باتوں پر مشتمل تھا۔

صحابہ کرام اور تابعین کی روایات میں لقمان حکیم کا ذکر موجود ہے اور ان کے بارے میں بعض روایات بیان ہوئی ہیں۔

وھب بن منبہ کہتے ہیں کہ لقمان کا سا کلام میں نے نہیں سنا۔چھان بین کرنے پر یہ بات میرے سامنے آئی کہ لوگوں نے ان کے کلام کو اپنے کلام کا حصہ بنا لیا ہے اور وہ ان کے عمدہ اور خوبصورت کلام سے اپنی تقریروں، تحریروں اور خطبوں میں استفادہ کرتے ہیں۔

اقوال زریں

پیارے بیٹے! حکمت ودانائی ایسی چیز ہے جس نے مساکین کو تخت شاہی پر بٹھایا۔

اے بیٹے! جب کسی مجلس میں جاؤ تو سب سے پہلے سلام کر پھر ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھ جا۔اہل مجلس جب تک گفتگو نہ کریں تم بات نہ کرنا۔سو اگر وہ ذکر الٰہی میں مصروف ہو جائیں تو تم بھی ان کے ساتھ۔اپنا حصہ حاصل کیجیو اور اگر وہ کسی اور بات کو شروع کر دیں تو وہاں سے نکل کر کسی دوسری (ذکر کی) مجلس میں چلے جانا۔

اے بیٹے! جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی چیز امانت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں (یعنی انسان اپنے ایمان کو اللہ کے پاس ودیعت رکھے)

اے پیارے بیٹے! اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کر اور اس میں ریاء کا پہلو نہ ہو کہ اس وجہ سے لوگ تیری عزت کریں اور تیرا دل حقیقتاً گنہگار ہو اور تقویٰ سے خالی ہو۔

اے بیٹے! جاہل سے دوستی نہ کر وہ یہ سمجھنے لگے کہ تجھے اس کی احمقانہ وجاہلانہ باتیں پسند ہیں اور دانا انسان کی ناراضگی کو معمولی نہ سمجھ کہ کہیں وہ تجھ سے جدائی کا راستہ اختیار کر لے۔

اے بیٹے! عقلمند کی بات کو اللہ کی تائید حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اگر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو دانا آدمی بولتا ہے

اے بیٹے! خاموشی میں کبھی ندامت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔اگر گفتگو چاندی ہے تو خاموشی سونا ہے

اے بیٹے! ہمیشہ برائی سے دور رہ تو برائی تجھ سے دور رہیگی اس لیے کہ برائی سے برائی پیدا ہوتی ہے۔

اے بیٹے! غیظ وغضب سے بچ کہ غصہ کی شدت دانا کے دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

اے بیٹے! خوش کلامی اختیار کر اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ تو تم لوگوں کے نظروں میں اس شخص سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو جاؤ گے جو ہر وقت ان کو انعام واکرام سے نوازتا رہتا ہو۔

اے بیٹے! نرم خوئی دانائی کی جڑ ہے۔

اے بیٹے! جو بوؤ گے وہی کاٹو گے۔

اے بیٹے! اپنے اور اپنے والد کے دوست کو عزیز رکھ۔

اے بیٹے! تیرے دسترخوان پر ہمیشہ نیک لوگوں کا اجتماع رہے تو بہتر ہے۔

اے بیٹے! مشورہ ہمیشہ علماء حق ہی سے لینا۔

اے بیٹے! تم رحم کرو تم پر رحم کیا جائیگا۔

سفیان ثوری سے بیان کیا گیا ہے کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا دنیا گہرا سمندر ہے جس میں لوگوں کی کثیر تعداد غرق ہو چکی ہے لیکن تو دنیا میں اپنی کشتی اللہ کے تقویٰ کو بنا لے اور اسے ایمان سے بھر لے اور اللہ توکل کو اس کے چپوار (چپو) بنا لے شائد

تجھے نجات حاصل ہو جائے وگرنہ میں نہیں سمجھتا کہ تجھے نجات حاصل ہوگی۔

اے بیٹے! دنیا سے کم لے اور اس میں اتنا گم نہ ہو جا جو آخرت کے لیے نقصان دہ ہو اور نہ تو اسے بالکل ترک کر کہ لوگوں کے لیے بوجھ بن جا۔ اپنی خواہشات کو توڑنے کے لیے روزہ رکھ لیکن ایسا روزہ نہ رکھ جو تجھے ادائیگی نماز سے قاصر کردے۔ کیونکہ نماز کا درجہ روزہ سے بڑھ کر ہے (غالباً نفلی روزے مراد ہیں) اے بیٹے جو جھوٹی شہرت کا طالب ہوتا ہے وہ مذاق کا نشانہ بنتا ہے۔ اور جس کے معاملات برے ہوں اس پر تہمت لگتی ہے۔ اور جو اپنی زبان پر قابو نہ رکھے وہ نادم ہوتا ہے۔

اے بیٹے! نیکوکاروں کا خادم بن جا لیکن شریروں کا دوست نہ بن۔

اے بیٹے! اہل علم کی مجلس کو اپنے لیے لازم کر لے اور تو ان کے ساتھ وابستہ ہو جا۔ تو ان سے بحث و مباحثہ نہ کر وگرنہ وہ تجھے علم کے حصول سے محروم رکھیں گے۔ مجلس علمی ختم ہونے پر سوال کر اور سوال میں نرمی اختیار کر اور تو اہل علم کو پریشان نہ کر کہ کہیں وہ تجھے رنجیدہ نہ بنا دیں (علم سے محروم کر کے)

اے بیٹے! لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے وقت اپنے آپ کو نہ بھلا دینا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تیری مثال اس چراغ کی سی ہوگی جو لوگوں کو تو روشنی فراہم کرتا ہے اور خود جلتا ہے۔ چھوٹے کاموں کو حقیر نہ سمجھ کیونکہ چھوٹے (نیک) کام ہی بڑے (نیک) کام کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

اے بیٹے! جھوٹ سے اجتناب کر کہ اس سے دین میں فساد پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کے نزدیک تیرا ادب ولحاظ کم ہو جاتا ہے علاوہ ازیں جھوٹ تیری حیاء عزت وشرافت اور سچائی کی چمک کو ختم کر دیتا اور تجھے ذلیل کر دیتا ہے۔ لہذا جب تو لوگوں سے بات کرتا ہے تو نہ اسے وہ سنتے ہیں اور نہ ہی اسے سچا سمجھتے ہیں۔ بیٹے ایسی زندگی کا کوئی مزہ نہیں۔

اے بیٹے! اگر تو بچپن میں ادب سیکھے گا تو بڑے ہو کر تجھے اس کا فائدہ ہوگا۔

اے بیٹے! بد خلقی، بے صبری اور اکتاہٹ سے بچ کہ ان خصلتوں کے تیرے ساتھ کوئی چلنے کو آمادہ نہ ہوگا اور لوگ تجھ سے پہلو تہی کرینگے۔

اے بیٹے! معاملات میں اپنے لیے شفقت کے رویے کو اپنے لیے لازم کر لے اور حالات کی ناساعدگی (خرابی) پر صبر کر، لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آ کہ حسن خلق اور چہرہ کی بشاشت اور کشادگی نیک لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہے جبکہ فاسق وفاجر آدمی اس سے دور بھاگتا ہے۔

اے بیٹے! تو اپنے نفس کو رنج وغم میں مبتلا نہ کر اور تیرا دل اس سے معلق ہو کر نہ رہ جائے۔ لالچ وطمع سے بچ، قضاء قدر پر راضی ہو جا۔ اس طرح تیری زندگی صاف ستھری رہے گی اور تیرا نفس بھی خوشی محسوس کرے گا اور زندگی سے لطف اندوز ہو سکے گا۔

اے بیٹے! اگر تو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی دولت تیرے پاس جمع ہو جائے تو تجھے لوگوں سے اپنی امیدیں ختم کر دینی چاہیں، انبیاء اور صدیقین امیدیں منقطع کر کے ہی اعلیٰ مقامات تک پہنچے۔

اے بیٹے! دنیا کی زندگی مختصر ہے اور تیری عمر تو مختصر تر لہٰذا تیرے لیے تو بہت ہی کم باقی رہا۔

اے بیٹے نیکی اس سے کر جو اس کا اہل ہو اور تو ایسے شخص سے نیکی نہ کر جو اس کا اہل نہیں وگرنہ تو نقصان اٹھائے گا اور آخرت میں ثواب سے محروم رہے گا۔

اے بیٹے میانہ روی اختیار کر اور فضول خرچ نہ بن اور نہ ہی مال کو روک کر (جمع کر کے) کنجوس بن اور نہ ہی اتنا دے کہ فضول خرچی کی حد تک پہنچ جائے

اے بیٹے دانائی کا راستہ اختیار کر! تجھے عزت حاصل ہوگی۔ تو اس کی قدردانی کرے گا تو وہ تیری قدردانی کا موجب ہوگی۔

حکمت کے اخلاق کا سردار اللہ کا دین ہے۔

اے بیٹے! حاسد کی تین نشانیاں ہیں جب ساتھی موجود نہ ہو تو غیبت کرتا ہے۔ اور موجودگی میں چاپلوسی اور اس کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے۔

زبان اور دل سے زیادہ کوئی چیز پاکیزہ نہیں اور ان دونوں سے زیادہ بری چیز بھی کوئی نہیں۔

کسی نے لقمان سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہوتا ہے؟ جواب دیا جو دوسروں کے علم کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا کہ سب سے زیادہ صابر کون ہوتا ہے۔ کہا کہ جس صبر کے پیچھے ایذاء نہ ہو۔ پھر اس نے سوال کیا کہ سب سے بہترین آدمی کون ہو سکتا ہے؟ فرمایا، غنی۔ سائل نے وضاحت طلب کی کہ کیا غنی سے مال دار آدمی مراد ہے؟ جواب دیا نہیں بلکہ غنی وہ ہے جو اپنے اندر خیر کو تلاش کرے تو موجود پائے ورنہ خود کو دوسروں سے بے نیاز کر لے۔

اے بیٹے! تیرا اللہ سے خوف کھانا لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ ہو جبکہ تو اندر سے فاسق ہو۔

اے بیٹے! سفر میں اپنی سواری پر اعتماد نہ کر، جب منزل قریب آجائے تو اپنی سواری سے اتر جا۔ شب کے آغاز میں سفر نہ کر۔ سفر میں اپنی تلوار، جوتی عمامہ، کپڑے سوئی دھاگہ اور چھینی وغیرہ ساتھ رکھ۔ اپنے ہم سفر کا ہمدم اور ساتھی بن جا سوائے اسکے کہ وہ کوئی گناہ کا کام کرے۔

اے بیٹے! طمع، بدخلقی اور لوگوں سے ضرورت پورا کرنے کی کثرت احمق ہونیکی علامتوں میں سے ہے۔

اے بیٹے! جو تیری معذرت قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں تو اس کے پاس معذرت نہ کر اور جو تیری ضرورتوں کی تکمیل پسند نہیں کرتا اس سے مدد طلب نہ کر

اے بیٹے! جو لوگوں کی تکالیف برداشت کرنے میں صبر و ثبات کا مظاہرہ کرے وہ ان کی سرداری حاصل کر لیتا ہے۔

اے بیٹے! مروت اور ادب کے اعتبار سے بہترین شخص وہ ہے کہ جب اسے کوئی ضرورت پڑے تو وہ لوگوں سے دور رہے اور جب لوگوں کو اس کی ضرورت پڑے تو وہ ان کے قریب ہو۔

اے بیٹے! جب بادشاہ کے سامنے کوئی ضرورت پیش کرنے کا موقعہ آئے تو اس ضرورت کے پوری کروانے پر اصرار نہ کر نیز اس کے سامنے اپنی غرض اور حاجت اس وقت بیان کر جب وہ خوش ہو۔

اے بیٹے! جو تجھے دھوکہ دے اس سے مدد طلب نہ کر

اے بیٹے! کمینے آدمی سے کسی چیز کا مطالبہ نہ کر کیونکہ اگر اس نے تیرا مطالبہ کو رد کر دیا تو یہ تیرے لیے عیب ہوگا اور اگر اس نے ضرورت پوری کر دی تو وہ تجھ پر احسان جتائے گا۔

اے بیٹے! مومن باتیں کم کرتا ہے اور عمل زیادہ جب کہ منافق کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

اے بیٹے! خاموشی معاملات کو سمجھنے میں معاون، عالم کے دیندار ہونے کی علامت اور جاہل کی پردہ پوشی کرنے والی ہوتی ہے۔

اے بیٹے! جو شخص کسی ایسے آدمی سے گفتگو کرے جو اس کی بات سننا ہی پسند نہ کرتا ہو تو اس شخص کی مثال اس آدمی کی مانند ہے۔ جو اہل قبور کو کھانا پیش کرے۔

اے بیٹے! حکمت اور دانائی کی بات احمقوں سے نہ کر کہ وہ تیری بات کو جھوٹا سمجھیں اور عقلمندوں کے پاس فضول اور لایعنی گفتگو نہ کر کہ وہ کہیں تجھ سے ناراض نہ ہو جائیں۔

اے بیٹے! اپنے دشمن سے بچ کر رہ اور اپنے دوست کے بارے میں احتیاط برت۔

اے بیٹے! تین لوگ ایسے ہیں جن کو عامتہ الناس بغیر کسی گناہ کے مرتکب ہونے کے باوجود پسند نہیں کرتے اور وہ لالچی، متکبر اور بہت زیادہ کھانے والے ہیں۔

اے بیٹے! بیماری سے پہلے طبیب سے مشورہ کر

اے بیٹے! جب تم کسی شخص پر کوئی احسان (نیکی) کرو تو اسے بھول جاؤ خاموشی میں حکمت ہے لیکن کم ہی لوگ خاموش رہتے ہیں۔

اے بیٹے! دانا آدمی اپنی دانائی و حکمت کی وجہ سے ہدایات سے بے نیاز ہوتا ہے۔

ہر شخص اپنے معاملات کو بہتر جانتا ہے۔ جو بھلائی کرے گا وہ بھلائی پائے گا۔

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے پیارے بیٹے میں نے لوہا اور پتھر سب اٹھائے ہیں لیکن قرض سے زیادہ بوجھل کوئی چیز نہیں اٹھائی۔ میں نے پاکیزہ چیزیں کھائی ہیں اور اچھے حالات بھی دیکھے ہیں لیکن عافیت (آزمائش سے دوری) سے زیادہ لذیذ کوئی چیز نہیں پائی اور لوگوں کی طرف اپنی ضرورتیں لے جانے سے زیادہ تلخ کسی چیز کو نہیں پایا

اے بیٹے! جو یہ کہتا ہے وہ جھوٹ بولتا ہے کہ برائی، برائی کو ختم کرتی ہے۔ اگر وہ اپنے اس قول میں سچا ہے وہ دو مقامات پر آگ جلا کر دیکھے کہ آیا ایک جگہ کی آگ دوسری جگہ لگی آگ کو بجھانے میں کسی قسم کی مدد کرتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خیر اور بھلائی ہی برائی کو ختم کر سکتی ہے بالکل اسی طرح جس طرح پانی سے آگ بجھ جاتی ہے۔

اے بیٹے! تو نہ اتنا شیریں بن کہ نگل لیا جائے اور نہ ہی اتنا تلخ کہ تھوک دیا جائے۔

جو شخص اپنی ذات سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھتا اور ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جھک جانا مصیبت میں اکڑنے اور قوت کا مظاہرہ کرنے سے زیادہ مناسب ہے۔

اے بیٹے! اگر تو کسی کو دوست بنانا چاہتا ہے تو دوست بنانے سے قبل اسے غصہ دلا اور اگر وہ غصہ میں اعتدال کا رویہ اختیار کرے تو پھر اسے دوست بنا ورنہ دوستی سے گریز کر۔ ❀

معیاری تعلیم کا نقصان دہ فقدان

مزین رسول ہاشمی

☆ ہمارے ملک میں ہر علم اور ہنر کے حصول کا انتظام ہے۔ ایم اے کی تعلیم کے بعد طالب علم لڑکیاں اور لڑکے ڈاکٹر یا انجینئر بننے کی ٹریننگ حاصل کرسکتے ہیں۔ وکالت کے پیشے کے لیے موزوں کالج میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ ایم بی اے یا چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کی طرح کا پیشہ اختیار کرنے کا شوق پورا کرسکتے ہیں کمی صرف اس بات کی ہے کہ بہت کم طالب علم معیاری تعلیم حاصل کرکے عملی زندگی میں اپنے لیے اونچا مقام پیدا کرسکتے ہیں۔

انگریزی

طالب علموں کی بڑی تعداد میں اونچا مقام پیدا کرنے کی نا اہلی کی سب سے بڑی وجہ انگریزی سے مناسب واقفیت کا فقدان ہے۔ جن مختلف پیشوں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ان سب میں قابل قدر مقام حاصل کرنے کے لیے انگریزی پر عبور بہت ضروری ہے۔ لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مناسب اقدامات نہیں کیے جاتے ہیں۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی کے 80 فیصد سے زیادہ طالب علم انگریزی سے تسلی بخش واقفیت نہیں رکھتے۔ نظام تعلیم میں ہر مضمون کی پڑھائی کی کتابیں انگریزی میں ہوتی ہیں۔ انگریزی زبان کی تعلیم و تدریس کا سامان بھی مہیا کیا جاتا ہے۔ لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلتا ہے۔ جس سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ اس زبان کی تعلیم و تدریس کا طریقہ کار ناقص ہے۔

یہ ناقص طریقہ کار پرائمری کی ابتدائی جماعتوں سے لے کر سکول کے آخر اور کالج تک چلتا ہے۔ ابتدائی درسی کتابیں تیار کرنے والے نام نہاد ماہرین تعلیم یہ اہم بات پیش نظر نہیں رکھتے کہ کم عمر والے طالب علم کیا سمجھ سکتے ہیں اور کیا نہیں سمجھ سکتے۔ کس قسم کے سبق بچوں کی دلچسپی کا باعث بن سکتے ہیں اور کس انداز کے سبق ان کے لیے کشش کا باعث نہیں بن سکتے۔ افادیت حاصل نہ کرنے کی وجہ سے ابتدائی جماعتوں میں انگریزی زبان کی مضبوط بنیاد فراہم نہیں ہوتی۔

گریمر کی مشق

ابتدائی جماعتوں کے بعد انگریزی گریمر کی تعلیم میں ایسی چیزوں پر بہت وقت ضائع کیا جاتا ہے جو اس زبان کو پختہ طور پر سمجھنے میں مفید ثابت نہیں ہوسکتیں۔ مثلاً predicate کی نشاندہی، compound اور complex جملوں کا فرق، parts of s peech اور analysis وغیرہ کا سلسلہ۔ تجربہ کار اساتذہ اس امر سے واقف ہوتے ہیں کہ اس قسم کی گریمر کی پڑھائی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ اساتذہ syntheris کی بہت مشق کراتے ہیں۔ یہ ایسی مشق ہے جس سے طالب علم انگریزی کے دو یا تین چھوٹے جملوں کو ملا کر ایک جملہ بنانا سیکھتے ہیں اور اس طرح اپنی انگریزی کی تحریر میں مہارت پیدا کرتے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں سوچ بچار والے تجربہ کار اساتذہ کی بہت کمی ہے اور ایسی کتابیں بھی ہر جگہ دستیاب نہیں ہوتیں جن میں انگریزی زبان اچھی طرح سیکھنے کے بہت سبق ہوں۔ ایک اور افسوس ناک بات یہ ہے کہ بہت کم سکولوں میں پانچویں جماعت سے دسویں جماعت تک ہر کلاس میں ایک چھوٹی لائبریری قائم کی جاتی ہے اور طالب علموں کو آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ انگریزی میں لکھی ہوئی کہانیوں کی کتابیں پڑھیں تاکہ انہیں انگریزی روانی سے پڑھنے اور سمجھنے کی مشق حاصل ہو

سائنسی مضامین

ہمارے طالب علموں کی اکثریت کو انگریزی، اردو، اہم تاریخی واقعات، جغرافیائی حقائق اور دنیا کے حالات حاضرہ سے معیاری اور قابل تحسین آگاہی حاصل نہ ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے سکولوں میں ضرورت سے زیادہ مشکل سائنسی مضامین اور پیچیدہ ریاضیات پڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سکول کی پڑھائی کے دوران اور ہوم ورک کے طور پر طالب علموں کا اتنا زیادہ وقت ان مضامین پر صرف ہوتا ہے کہ درج بالا مضامین کے لیے مناسب وقت نہیں نکالا جاسکتا۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ان مضامین سے شناسائی کے بغیر ہمارا ملک ہرگز ترقی نہیں کرسکتا۔ لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ سکولوں کے سب طالب علموں کو ماہر سائنس دان بنانے کی کوشش کی جائے۔ اور ان سب طالب علموں پر سائنس اور ریاضیات کا ڈھیر سارا بوجھ ڈال دیا جائے۔ اس سوال کا جواب نفی میں ہی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ہر طالب علم کامیاب سائنس دان نہیں بن سکتا اور نہ ہی کسی ملک کو اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ ہر طالب علم سائنس دان بن جائے۔ ہر ملک میں بہت سے اور شعبے ہوتے ہیں جو تعلیم کے بعد طالب علموں کی دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔

سائنسی مضامین اور ریاضیات کی گہرے

انداز میں پڑھائی صرف ان لڑکیوں اور لڑکوں تک محدود ہونی چاہیے جو ان مضامین کا شوق رکھتے ہیں اور کالج کی پڑھائی میں ان مضامین پر عبور حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ کامیاب سائنسدان بن سکیں یہ بات درست ہے کہ سکول کے ہر طالب علم کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی افادیت سے آگاہ ہونا چاہیے ۔ اس آگہی کا طریقہ کار یہ ہے کہ سکول کے طالب علموں کو سائنس کے آسان اصولوں پر سبق پڑھائے جائیں اور ایسے سبق بھی جن میں ان سب سائنسی ایجادات کا ذکر ہو جن کے باعث موجودہ دور کے انسان کی زندگی بہت آرام دہ ہوگئی ہے ۔ سکول کے طالب علموں کو ایسی باتیں سمجھانے کی کوشش نہیں کی جانی چاہیے کہ موٹر کار کس طریقے سے وجود میں لائی گئی اور اس کار کو کس طریقے سے تیز رفتاری سے چلنے والی گاڑی بنایا گیا ۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کی دیگر ایجادات اور مصنوعات کے ذکر کے ساتھ ساتھ موٹر کار کا ذکر بھی ضرور آنا چاہیے ۔لیکن تفصیل کے ساتھ نہیں۔

تعلیم یافتہ والدین

ہمارے ملک کے سب تعلیم یافتہ والدین اس بات پر حیران ہیں کہ ہمارا تعلیمی نظام تیار کرنے والے اصحاب اس واضح بات کو کیوں نہیں سمجھتے کہ سکول کے درجے پر مشکل سائنسی مضامین اور پیچیدہ ریاضیات کا بوجھ معیاری تعلیم کے فروغ کے سلسلے میں نقصانات کا باعث بن رہا ہے ۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے ، سائنس اور ٹیکنالوجی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ۔لیکن ان مضامین کی تعلیم کی صحیح سطح کالج ہے سکول نہیں ۔کالج کی سطح پر جو طالب علم سائنس کے مضامین پڑھائی کے لیے اختیار کرتے ہیں انہیں بڑی اچھی ٹریننگ دی جانی چاہیے تاکہ پختہ سوچ سمجھ والے سائنس دان بن کر وہ پاکستان کو معیشی اور اقتصادی ترقی کی راہ پر گامزن کر سکیں۔

مرکزی اور صوبائی وزارتوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ موجودہ نظام تعلیم ترک کر کے ایسا نظام وضع کریں جس کے تحت ہر مضمون میں اور ہر سطح پر طالب علموں کو معیاری تعلیم حاصل ہو سکے ۔✿

رسول کریم ﷺ کی چند نمایاں خوبیاں اور صفات

تحریر: خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
تلخیص: غلام رسول شاہد

☆ حضور اکرم ﷺ نے مکتبی تعلیم بالکل نہیں پائی تھی ۔اس کے باوجود آپ ﷺ انسانوں کے معاشی اور معاشرتی مسائل کو بڑے بڑے عالموں اور فلاسفروں کے مقابلے میں بہتر طور پر سمجھتے اور جانتے تھے۔

ہمارے رسول کریم ﷺ فطرت انسانی کا اتنا وسیع عرفان رکھتے تھے کہ دنیا میں کسی دوسرے شخص کو حاصل نہ ہوا۔

حضور ﷺ کو تائید الٰہی بھی حاصل تھی، یعنی وحی بھی ہوتی تھی ۔اس صفت کے پیش نظر آپ ﷺ سے بہتر دستور العمل انسانوں کے معاملات کے لیے کون پیش کر سکتا تھا یا کر سکتا ہے۔

دنیا کی جتنی قومیں اس وقت ترقی کے نقطہ عروج پر ہیں ان کے معاشرتی قوائد وقوانین کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سب قوموں نے ہمارے رسول ﷺ کے بنائے قوانین اور اصولوں کو اپنا رکھا ہے۔

ہمارے رسول کریم ﷺ دنیا کے سب سے بڑے صوفی تھے ۔درحقیقت وہ دنیا کے تمام گزرے ہوئے صوفیوں کے سردار تھے ۔اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو صوفی نہیں سمجھتا تو جان لو کہ وہ تصوف کو نہیں سمجھتا۔

آپ ﷺ میں دنیا کے تمام صوفیائے کرام کی سب خوبیاں پائی جاتی تھیں ۔مثلاً تزکیہ قلب، خوش اخلاقی، عاجزی انکساری اور جذبہ مساوات۔

آپ اونٹ کے بالوں سے بنے ہوئے موٹی قسم کے کپڑے پہنتے تھے ۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں حضور ﷺ کو اس لباس کی بنا پر کملی والا کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

آپ ﷺ طبیعت کے لحاظ سے ہمیشہ ایک سادہ قسم کے انسان رہے۔ آپ ﷺ معمولی لباس زیب تن فرماتے ، چٹائی پر سوتے ، اور ہر وقت خدمت خلق میں مصروف رہتے تھے

آپ ﷺ ایک بہترین شوہر، بہترین باپ اور بہترین دوست تھے۔

آپ ﷺ نے مزدوری بھی کی، ملازمت بھی کی، تجارت بھی کی، اور پھر بادشاہت بھی کی۔

آپ ﷺ ایک جانباز سپاہی ، بے مثال جرنیل، اعلیٰ درجے کے حاکم وناظم اور جج بھی تھے۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں آپ ﷺ کے پاس مال غنیمت سے بہت سی دولت آتی تھی ۔اس دولت سے حضور ﷺ اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے ۔سب حاجت مندوں میں بانٹ دیتے تھے ۔حاکم مطلق کی حیثیت سے آپ ﷺ نے ذاتی فائدہ کبھی نہیں اٹھایا۔✿

اسلام اور سائنس

ملک محمد ارشد

☆ ٹن۔ٹن۔ٹن۔سکول کی وزنی گھنٹی نے جیسے ہی تیسرے پیریڈ کا اعلان کیا کلاس میں عجیب کھسر پھسر شروع ہوگئی۔ مختلف ملی جلی آوازوں کا مدھم سا شور سنائی دینے لگا۔

''یاسر، ہیلو یاسر، کیا تم سائنس کی بک لیکر آئے ہو؟'' آگے بیٹھے ہوئے عمر نے پیچھے بیٹھے ہوئے یاسر سے پوچھا۔''ہاں لیکر آیا ہوں''۔''یار ذرا جلدی سے مجھے کتاب دینا۔میری کتاب گھر میں رہ گئی ہے۔ اگر سر کو معلوم ہوگیا تو ناراض ہوں گے''۔عمر نے کہا'' مگر میں کیا کروں گا؟ تمہاری خیر ہے یار تم پیچھے بیٹھے ہوئے ہو اتنی جلدی نظر نہیں آؤ گے۔ویسے بھی سر ایک دفعہ لیکچر شروع کردیں تو پھر پیریڈ ختم ہونے پر ہی جان بخشی ہوتی ہے۔اس سے پہلے سر رکتے ہی نہیں''۔

چنانچہ یہ سن کر یاسر نے عمر کو کتاب دے دی اور خود ہوم ورک بک اور رف بک لیکر بیٹھ گیا۔اور سر کا انتظار کرنے لگا۔

''کلاس اسٹینڈ'' لیجئے جناب! جیسے ہی سر احمد صاحب کلاس میں داخل ہوئے، عمر نے کلاس کو سر کے احترام میں کھڑا کردیا۔

''تھینکس۔او۔کے سٹ ڈاؤن۔شاباش۔سر نے شاباش کہا تو لڑکے بھی مسکرا کر فریش ہوگئے۔ سر احمد صاحب نے بی ایس سی سائنس کیا ہوا تھا اور وہ کلاس نہم کے سائنس ٹیچر تھے۔ بہت محنتی اور ذہین استاد تھے۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ فرض شناس تھے۔ کیا مجال ہے کبھی پیریڈ خالی چلا جائے۔سر احمد نے بلیک بورڈ پر آج پڑھایا جانے والا ٹاپک (Topic) لکھا۔فطرت۔Nature۔(سائنس کی نظر میں)۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے لیکچر کا آغاز کردیا۔

''مائی ڈیئر بوائیز! سائنس کے اس پیریڈ میں آج ہم جس چیز کو پڑھیں گے وہ ہے فطرت۔فطرت کیا ہے؟ اس کا قرآنی مفہوم کیا ہے؟ فطرت اور سائنس کا آپس میں کیا تعلق ہے۔اور پھر اس سے آگے مزید جیسے جیسے موضوع چلتا گیا ہم ڈسکس کرتے جائیں گے۔

تو سب سے پہلے آیئے دیکھتے ہیں کہ فطرت سے کیا مراد ہے؟

فطرت از مصدر فطر کی رو سے اس کے معنی ہیں پیدا کرنا یا پیدا ہونے کی قسم یا پیدا ہونے کے طریقے ہیں۔

یہ لفظ قرآن مجید میں بقول البیضاویؒ ''خلقنا'' کے معنی میں آیا ہے۔اور رازیؒ کے بقول فطر سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو وہ ہر انسان سے پیدائش کے وقت اپنی ربوبیت کے بارے میں لیتا ہے۔جبکہ واحدیؒ کے خیال میں فطرۃ سے مراد دین اسلام کے قبول کرنے کی خلقی صلاحیت ہے۔

فطرت کے ایک معنی طبع انسانی بھی ہیں۔مگر دوسرے معنی کائنات یا عالم خارجی ہیں جو حقیقت مطلقہ کا خارجی رخ ہے۔لیکن سوال یہ ہے کہ اسلام نے اس رخ کو کتنی اہمیت دی ہے؟ صوفیانہ فکر میں اصل حقیقت تو حقیقت مطلقہ کا باطنی رخ ہے۔لیکن وحدت الوجود کے ماننے والوں کی نظر میں جو کچھ ظاہر میں ہے وہ باطن سے جدا نہیں۔لیکن جو منکرین وحدت الوجود کو نہیں مانتے وہ فطرت یا نیچر پر بہت زور دیتے ہیں۔کیونکہ قرآن مجید میں تفکر فی خلق السمٰوٰت والارض کی خاص تلقین ملتی ہے۔چنانچہ اسی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر مسلمان مشاہدہ وتجزیہ کائنات کے بانی کہلائے اور یوں سائنس کے محرک بنے۔

فطرت کا قرآنی مفہوم:

فطرت کا مفہوم قرآن کی سورۃ الروم کی آیت 30 سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تو تم ایک طرف ہو کر دین (خدا کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ۔اور خدا کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کیئے رہو) خدا کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''۔(الروم - 30)

اہل علم کے نزدیک کسی ذات یا ہستی کی صفات یا خصوصیات کا نام فطرت ہے۔لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ قانون فطرت ان اصولوں اور ضوابط کا نام ہے جو ہر شے کی صفات یا خواص کو ایک مقرر راستے پر گامزن رکھتے ہیں۔اور اس شے یا ہستی کو قائم رکھنے کی ضمانت دیتے ہیں۔

اگر انسان فطرت کے ان تمام حقائق سے روشناس ہونا چاہتا ہے جو کہ ہمارے ظاہری حواس خمسہ سے معلوم و محقق نہیں ہو سکتے تو یقیناً اسے حواس انسانی کی سب سے بڑی حس کی مدد لینا پڑے گی جیسے روح کہتے ہیں۔اور جو کہ نظام کائنات کی روح رواں ہے۔

کوئی شک نہیں کہ فطرت کا مکمل علم انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔لیکن مزے کی بات تو یہ ہے کہ بہت قلیل اور جزوی سا ادراک بھی جستجو کرنے والے محقق کو اس قابل بنادیتا ہے کہ جس کی مدد سے وہ بنی نوع انسان کیلئے نہایت اعلیٰ اور شاندار فلاحی خدمات انجام دے سکتا ہے۔ دنیا کی موجودہ ترقی، تہذیب، تمدن اور ماڈرن ایجادات اسی ادنیٰ سی کاوش

کا سر راہ ہیں جو کسی محقق نے فطرت کی جستجو میں کر ڈالی لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ وہ مادی حواس کے ذریعے فطرت کے ان ماورائی حقائق تک پہنچ جائے گا جو کہ مادی حقائق سے زیادہ سچے اور زیادہ پائیدار ہوتے ہیں، ایک ناممکن العمل والی بات ہے۔ کیونکہ میٹا فزیکل ورلڈ (عالم ماورائے مادہ) کے وہ حقائق مادی حواس سے نہ تو معلوم ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی عقلی توجیہہ پیش کی جا سکتی ہے"۔

جیسے ہی سر احمد صاحب نے اپنی بات مکمل کی عمر نے فوراً ہاتھ کھڑا کر دیا۔

کہو عمر کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"سر میں یہ پوچھنا چاہتا ہو کہ کیا آج کی سائنس اس بات کو تسلیم کر رہی ہے کہ ماورائے مادہ بھی کوئی دنیا ہے؟ کیونکہ سائنسدان تو مادے کے قائل تھے؟

بہت اچھا سوال کیا آپ نے عمر۔ میں ابھی اس کا جواب بتا دیتا ہوں۔

آج کی سائنس نہ صرف اپنے مادی نظریے کو تبدیل کر رہی ہے بلکہ اس کی تحقیق اور جستجو کا دائرہ مزید وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آج ہمیں جو نتائج سائنس کی طرف سے مل رہے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

۱) مادہ کسی ٹھوس جامد شے کا نام نہیں رہا بلکہ یہ لطیف سے لطیف تر ہوتے ہوئے "نوری لہروں" "حرکت محض"، "خالص انرجی"، "مربوط حوادث" حتیٰ کہ "منجمد خیالات" کی سطح تک جا پہنچا ہے۔

۲) زندگی، مادے کے میکانکی قوانین کی پیداوار نہیں۔ مادہ یہ خاصیت ہی نہیں رکھتا کہ اپنے اندر زندگی پیدا کر سکے۔

۳) مادے کے میکانکی قوانین شعور پیدا نہیں کر سکتے۔

۴) انسانی شعور، حیوانی شعور کی ترقی یافتہ شکل نہیں یہ اپنی ہستی الگ رکھتا ہے۔

۵) انسانی شعور کا مرکز نفس انسانی ہے۔ جس کا تعلق مادے سے ماوراء دنیا سے ہے۔ جسے سائنس "غیب کی دنیا کہہ کر پکارتی ہے"۔

اتنے میں شکیل نے اپنا ہاتھ کھڑا کر دیا۔ اور بولا کہ: "موجودہ ریسرچ کے مطابق سائنسدانوں نے مادہ، فطرت کے قوانین، شعور، نفس انسانی اور دنیائے غیب کے متعلق کیا سوچا ہے اور وہ مزید اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

"اس سلسلے میں سب سے پہلی چیز تو آئمہ طبعیات کا یہ اعتراف ہے کہ مادے کے متعلق صحیح علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا قانون فطرت کو جس کے مطالعہ کا نام سائنس ہے، کائنات کی ابتداء کے بارے میں جاننے کیلئے راہنما بنایا ہی نہیں جا سکتا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ اس بارے میں مزید کیا کہتے ہیں:

ہیکل (Haeckel) اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"ہمیں اس امر کا اعتراف کر لینا چاہئے کہ فطرت کی حقیقت سے ہم آج بھی اسی قدر بے خبر ہیں جس قدر آج سے 2400 سال قبل کے یونانی یا دو سو سال پہلے نیوٹن اور سپنوزا یا سو سال پہلے کانٹ اور گوئیٹے بے خبر تھے۔ ہمیں تو بلکہ اس امر کا بھی اعتراف کر لینا چاہئے کہ ہم جس قدر اس جوہر کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے یہ کائنات مرکب ہے، اور مادہ اور توانائی جس کے خصائص ہیں، وہ اور معمہ بنتا جا رہا ہے۔ ہم اس کی محسوس شکلوں کا اور ان کی ارتقائی منازل کا علم تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن ان مخصوص شکلوں کے پیچھے جو اصل حقیقت ہے اس کے متعلق ہم کچھ بھی نہیں جان سکتے"۔

میسن لکھتا ہے کہ:

"طبعیات کی جدید تحقیق کی رو سے نہ تو مادہ قدیم ہے نہ ہی توانائی۔ جب یہ دونوں معدوم ہو جاتے ہیں تو ان کے ساتھ ہی وہ قوانین بھی ختم ہو جاتے ہیں جنہیں نیچرل لاز کہتے ہیں۔ اس لئے کائنات کی ابتداء معلوم کرنے کیلئے قوانین فطرت کو رہنما بنانا ناممکن ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ آج کا محقق یہ کہنے پر مجبور ہے کہ بقول سر جیمز جینز:

"جو کچھ کہا گیا ہے اور جو نتائج تجربتاً پیش کیے گئے ہیں سچ تو یہ ہے کہ وہ تمام محض قیاسی اور غیر یقینی ہیں۔ ہم نے اس مسئلے پر بحث کرنے کی کوشش کی ہے کہ کیا عہد حاضر کی سائنس ان مشکل مسائل کے متعلق کچھ کہہ سکتی ہے جو ہمیشہ ماورائے سرحد ادراک ہیں؟

ایڈنگٹن حتمی طور پر کہتا ہے کہ:

"سائنس کی تحقیقات اشیاء کی حقیقت کے متعلق ہمیں کچھ نہیں بتا سکتیں"۔

اور شین (Sheen) نے کہا تھا کہ:

"سائنس، کتابِ فطرت کو پڑھتی ہے اسے لکھتی نہیں"۔

لیکن کتاب فطرت کا مطالعہ کرنے والوں کا اعتراف ہے کہ سائنس محض سطح کائنات کی کتاب خوانی ہے۔ اس کی حقیقت کا علم اس کے اندر ہے۔

چنانچہ ڈاکٹر جیمز آرنلڈ کروتھر جو کہ ریڈنگ یونیورسٹی میں فزکس کے پروفیسر ہیں لکھتے ہیں کہ:

نظام فطرت اپنی گہری بنیادی سادگی میں اس قدر تحیر انگیز ہے کہ سائنس کی دنیا میں کسی موضوع پر حرف آخری انسان کیلئے ہی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔

اور یہ باتیں جو ہمیں آج کا محقق اور سائنسدان بتا رہا ہے تقریباً وہی کچھ ہیں جو کہ آج سے تقریباً اڑھائی ہزار سال قبل افلاطون نے کہا تھا۔ جب اس سے کسی نے پوچھا کہ ماہیت اشیاء کے متعلق ہمارے علم کی کیا کیفیت ہے؟ تو اس نے ایک لمبی چوڑی

مثال دینے کے بعد کہا تھا کہ ہم اپنے سامنے تمام اشیاء کا سایہ تو دیکھ سکتے ہیں لیکن ان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو سکتے''۔

عامر: سر اس کا مطلب یہ ہوا کہ سائنس کی تحقیق ایک خاص نقطے پر آ کر رک گئی ہے۔

بالکل ٹھیک سمجھے ایسا ہی ہے۔ آئمہ طبیعات یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ایسی گلی میں آنکلے ہیں جہاں آگے مزید راستہ نمایاں نہیں ہے۔ اور اس کا اعتراف ان الفاظ میں ہے:

''ہم شاہراہ ترقی پر ایک موڑ مڑے ہیں تو ہم نے دیکھا کہ ہماری جہالت، بالکل بے نقاب ہمارا راستہ روکے کھڑی ہے۔ ہماری طبیعات کے بنیادی تصورات میں کوئی اساسی غلطی ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اس کی کسی طرح تصحیح کریں''۔

''لیکن سر کیا سائنس خدا کو تسلیم کرتی ہے؟'' رضوان نے بھی احمد صاحب سے سوال کر دیا۔

جی ہاں! آج کی سائنس، جس کی تھیوری میں مادے کی فضا کا نظریہ شامل ہے، وہ خدا کے وجود کی قائل ہو گئی ہے۔ اور اس ذات کی معترف بھی۔

پروفیسر ہالڈین کہتا ہے:

''یہ کائنات ہر قسم کے انتشار کے نمود کے باوجود خدا کا تدریجی مظہر ہے''۔

پروفیسر مارگن لکھتا ہے کہ:

''میں اپنے اس عقیدہ کا اعتراف کرتا ہوں کہ اس ارتقاء کو ایک ''نفس اعلیٰ'' Supreme Mind کا مظہر یا عکس سمجھنا چاہئے۔ ''نفس اعلیٰ جو ان تمام اشیاء کا خالق ہے جسے جدید سے تعبیر کرتے ہیں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ فطرت کی ہر شے میں یہ ارتقائی بالیدگی، خدائی عاملیت (Devine Agency) کا ہی مظاہرہ ہے اور ارتقائے نفس انسانی اس نفس اعلیٰ کی عاملیت کا آئینہ ہے۔ یہ نفس اعلیٰ "Supreme Mind" ''لامحدود'' اور زمان کی ''قیود'' سے بے نیاز ہے۔ اس کی ذات کیلئے ''اوّل'' اور ''آخر'' اور ''جدت'' اور ''اعادہ'' کے الفاظ ان معنی میں استعمال نہیں کئے جا سکتے، جن معانی میں یہ نفس انسانی سے بحث کرتے ہیں۔

بلکہ اب تو رہبانیت کا پرچار کرنے والے مبلغین عیسائیت (Dean Inge) بھی اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ:

زمان و مکاں کی دنیا، غیر حقیقی دنیا نہیں، بلکہ یہ حقیقی دنیا کا جزئی مظاہرہ ہے''۔ اسی بنا پر ڈاکٹر علامہ اقبال سائنس کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

''یہ حقیقت کے مختلف گوشوں کے مطالعے کا نام ہے''۔

یعنی سائنس، فطرت کا مطالعہ کرتی ہے اور فطرت (Nature) حقیقت ہی کے ایک گوشے کا نام ہے۔ اسی لئے ڈاکٹر علامہ اقبال کے نزدیک ''ذات خداوندی'' سے نیچر کا وہی تعلق ہے جو انسانی ذات سے اس کے کریکٹر کا تعلق ہے۔ اسی کو قرآن نے ''فطرت اللہ'' کہہ کر پکارا ہے''۔

''لیکن سر سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ جو حقیقت کی تلاش میں دن رات سر توڑ محنت کر رہے ہیں سر آر یو شور sure کہ وہ حقیقت کو پالیں گے؟ عدنان نے پہلی دفعہ سوال پوچھا۔

لیس آف کورس۔ مائی ڈیئر! دے ول گیٹ اٹ (They will get it) مجھے یقین ہے کہ وہ اسے پالیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بھی اسی خیال کا قائل ہو جاتا کہ یہ لوگ کبھی بھی حقیقت کو نہیں پا سکیں گے اگر میں نے قرآن پاک کی ایک آیت نہ پڑھی ہوتی۔ اسے حسن اتفاق سمجھئے یا کچھ بھی کہہ لیں۔ یہ آیت اچانک مجھے مل گئی جبکہ میں بھی کسی ایسے ہی قرآنی ریفرنس کی جستجو میں تھا۔ آپ بھی آیت سنیں گے تو ضرور حیران ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے انسان تو جو اس کوشش سے اپنے رب کی طرف چلا جا رہا ہے تو ضرور اس سے ملے گا''۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ:

''تم کو چڑھنا ہے (اللہ کی طرف) طبق طبق کر کے''۔

لہٰذا ان آیات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی ہستی کی جستجو رکھنے والوں کو ضرور اپنی طرف آنے کا پتہ دے گی۔ اور ایک دن آئے گا کہ وہ ذات Explore ہو کر رہے گی۔ لیکن یہ صرف ان کیلئے ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔ اور اللہ کی نشانیوں میں تفکر کرتے ہیں''۔

اتنے میں فواد نے ہاتھ کھڑا کیا۔ اجازت پر بولا۔

''سر آپ نے یہ تو بتا دیا کہ سائنس دان حقیقت کو ایک دن پالیں گے۔ لیکن یہ نہیں بتایا کہ کیسے پالیں گے؟ جبکہ ہم اس سے قبل یہ پڑھ چکے ہیں کہ سائنس اور اس کے قوانین، فطرت کی کہنہ و حقیقت کے ادراک سے قاصر دکھائی دیتے ہیں جس کے معترف خود سائنسدان بھی ہیں۔

ایکسیلنٹ Excellent فواد۔ یہ ایک اہم سوال ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ بہت اہم سوال ہے اور اس کا درست جواب صرف آپ کیلئے ہی نہیں بلکہ اس سائنس کیلئے بھی روشنی کی نئی کرن اور امید ہے جو مادے کی بھول بھلیوں میں الجھ کر اپنا راستہ کھو بیٹھی ہے۔ اصل راستے سے ہٹ جانے کی وجہ سے ایک بند گلی میں جا پہنچی ہے۔ جہاں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور سائنس اس چار سو پھیلی تاریکی میں انگشت بدنداں، پریشان حال کھڑی ہے۔

لیکن میرے خیال میں سائنس کو زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکی یہ پہلی ناکامی ہی

اس کی پہلی کامیابی ثابت ہو سکتی ہے اگر.........

سر احمد نے بات ادھوری چھوڑ کر ایک نظر لڑکوں کو دیکھا۔ جو بڑے غور سے بات کو سن رہے تھے۔ چنانچہ سر احمد نے بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ:

''اگر سائنس بنظر غائر اس بند گلی کے کونے کو ملاحظہ کرے تو معلوم ہوگا کہ جو بند گلی تھی ہے وہاں اب بھی ایک دروازہ لگا ہوا ہے۔ جہاں سے سائنس اپنی جستجو کا آغاز ایک مرتبہ پھر نئے جوش و جذبے اور ولولے سے کر سکتی ہے اور پھر مزے کی بات کہ اس دفعہ سائنس اور سائنسدان انشاء اللہ ناکام نہیں ہونگے۔ بلکہ انہیں ضرور اور بالضرور فطرت کی اصل حقیقت سے آگاہی ہو جائے گی۔ رہی یہ بات کہ کس کو کتنا ادراک ہوتا ہے یہ منحصر ہے اس کی طلب صادق اور محنت شاقہ پر کہ وہ کس قدر جاننے کا متمنی ہے اور کتنے ظرف کا حامل بھی!!!

یقیناً آپ سب یہی جاننا چاہتے ہیں ناں کہ بند گلی کا وہ آخری دروازہ کون سا ہے جسے ابھی سائنس نے عبور نہیں کیا؟ ''لیس سر'' سب یک زبان ہو کر بولے۔

تو سنیں! وہ آخری دروازہ ''روح'' کا دروازہ ہے۔

سائنس جب اس دروازے سے گزرے گی تو اس کے سامنے سیر و سلوک کا ایک طویل راستہ ہوگا۔ اس راستے میں سائنس کو سابقہ روش کے خلاف پہلے عمل کرنا پڑے گا۔ اور پھر اس کی تھیوری اخذ ہوتی چلی جائے گی۔ عالم روحانی کی منازل طے کرنے کیلئے ذکر۔ تذکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ اخلاق سے بہرہ ور ہونا پڑے گا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سائنس جو زمانے بھر کی استاد تھی اور ایک زمانہ جس کی شاگردی میں پل کر جوان ہوا۔ اب خود اسے بھی روحانی عالم میں کروڑوں، اربوں اور کھربوں میل کا فاصلہ طے کر کے حریم کبریا تک رسائی حاصل کرنے کیلئے کسی مرشد کامل کے آگے زانوئے تلمذ طے کرنا پڑیں گے۔ اور مرشد کے قلب سے وہ جوہر خاص حاصل کرنا پڑے گا جس کی بدولت ہی سائنس کے تن مردہ میں نئی روح پھونکی جا سکتی ہے۔ لیکن۔

لیکن ان تمام باتوں سے قبل ایسے تمام لوگوں کو جو چاہے مسلم تھے یا غیر مسلم اور جو سائنسی نظریات کی بناء پر روح اور روحانیت کے قائل نہیں تھے، اب جبکہ ان کے سائنسی نظریات تلاش حقیقت کے سلسلے میں انہیں مزید راستہ دکھانے سے قاصر اور عاجز ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ ذات بحت کی حقیقت کو پانے کیلئے اور اپنی سماعتوں کو نغمات سرمدی سے روشناس کرانے کیلئے حضور سرور کائنات کی روحانی زندگی کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہوئے روح اور روحانیت کے راستے ،توجہ اور فیضان کا زادِ راہ ساتھ لیکر چلیں اور پھر دیکھیں کہ کروڑوں، اربوں کے فاصلے کیسے اور کتنی جلدی طے ہوتے ہیں، صدیوں سے بے نور ظلمت کدے، کیسے اور کتنی تیزی سے روشن ہوتے ہیں ،اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والی سائنس کیسے دوسروں کیلئے مشعل راہ قرار پاتی ہے۔

اور اگر تم سمجھتے ہو کہ رشد و ہدایت حاصل کیئے بغیر تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے، تو میاں پھر یہ گھوڑا اور گھوڑے کا میدان، دیکھتے ہیں تم اور کتنی صدیاں اس میں برباد کرتے ہو۔ اور وہ جو حقیقت کے ادراک کیلئے سائنس کی پیش رفت پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں، انہیں اور کتنا انتظار کرنا پڑتا ہے کیونکہ:۔

بہ ایں سعادت بزور بازو نیست

پیریڈ ختم ہونے میں 15 منٹ باقی تھے یہ وقت ہوم ورک چیک کرنے کا تھا لیکن لیکچر اتنا دل چسپ ہوتا جا رہا تھا کہ کسی کو خیال ہی نہیں آیا۔ اتنے میں یاسر نے اپنا ہاتھ کھڑا کر دیا اور بولا:

''سر کیا وہ لوگ جو ہمارے معاشرے میں اعلیٰ روحانی مقام رکھتے ہیں، اور ان کی کشف و کرامات اور رشد و ہدایت کے کارناموں کی وجہ سے کیا ہم انہیں بھی روحانی سائنسدان کہہ سکتے ہیں؟ "I mean spiritul scientists"۔

سر احمد: بات یہ ہے کہ اگر ہم ایسے شخص کو جو مادے پر تحقیق کرتا ہے اور اس تحقیق کے بعد پھر چند چیزوں کو مل کر ایک نئی چیز مثلاً ٹیلی ویژن بنالیتا ہے۔ جس میں وہ یہاں بیٹھا ہزاروں میل دور کی نشریات اور مناظر، خبریں اور واقعات براہ راست لمحہ بہ لمحہ دیکھ رہا ہے۔ اسے تو ہم سائنس دان کہتے ہیں۔

لیکن دوسری طرف ایک ایسا شخص جس نے مادے کی بجائے روح پر تحقیق کی، دن رات کی محنت شاقہ سے اس جوہر کے خواص معلوم کیئے اور پھر اسکے بعد وہ آپ کو بے شمار معمولی روحانی کرشمے دکھا سکتا ہے، بے شمار ناقابل علاج بیماریوں کا علاج کر کے دکھا سکتا ہے، آپکو اپنے فوت شدہ آباؤ اجداد کی ارواح سے ملاقات کروا سکتا ہے، ''سیمیا'' کے ذریعے ایسے مناظر دکھا سکتا ہے جن کا دنیا میں سرے سے وجود ہی نہیں، ہزاروں میل سے روحانی پیغام رسانی کر سکتا ہے، مادے پر تصرف حاصل ہونے کی وجہ سے وہ چیزوں کو غائب کر سکتا ہے، دور دراز فاصلوں پر روحانی نہیں بلکہ جسمانی ملاقات کر سکتا ہے، آگ پر چل سکتا ہے، ہوا میں اڑ سکتا ہے، پانی پر دوڑ سکتا ہے، قلب سلیم اور عقل سلیم + نفس مطمئنہ کے حصول کے بعد اپنے رب کی لقاء، قرب، عرفان، دیدار اور معرفت حاصل کر لیتا ہے اور پھر اس کے بعد نہایت عاجزی، انکساری سے بھٹکی ہوئی انسانیت کیلئے سراپا رشد و ہدایت بن کر خود کو دین اسلام کیلئے وقف کر دیتا ہے، تو اب آپ بتائیں کہ پھر اصل سائنس دان اور زمانے کا حقیقی نبض شناس کون ہوا؟

وہ جس کے دامن میں گوہر حقیقی ہے یا وہ جو تہی دست و تہی دامن آج بھی اسی طرح تشنہ لب ہے جیسا پہلے تھا؟

زاہد: سر! اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے پھر تو ایسے لوگ واقعی "Spiritual Scientist" کہلانے کے مستحق ہیں لیکن سر میرا سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے روح پر تحقیق وغیرہ کی ہو؟

احمد صاحب: ہاں بھئی کیوں نہیں ایسے لوگ اب بھی بلکہ آج بھی موجود ہیں۔ اگرچہ خال خال ہیں، لیکن ہیں ضرور۔ مثال کے طور پر جناب محترم عبدالحکیم انصاریؒ جنہوں نے اس شعبے میں بہت زبردست کام کیا ہے۔ ان کا نام اس وجہ سے لے رہا ہوں کہ انہوں نے روح اور روحانی عالم پر جس قدر واضح اور باریک بین ریسرچ کی ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ اپنے مشاہدہ روحانی سے انہوں نے بتایا ہے کہ دوزخ اور جنت، زمین و آسمان کی وسعتوں میں کیسے پھیلی ہوئی ہے۔ روح کیا ہے؟ کہاں تھی؟ وہاں سے کیسے آئی؟ کس کس راستے اور طریقے سے زمین پر آئی؟ کیسے روح، انسان بنی؟ دنیا میں انسان کے نیک و بد اعمال کیسے روح پر اثر انداز ہوتے ہیں؟ مرنے کے بعد روح کہاں جائے گی؟ کن مقامات اور طبقات اور ان کے مزید درجات کتنے اور کون کون سے ہیں؟ وحدت الوجود کی کیفیت اور علاج میں کسی روح کا مقام محمود کیا ہے؟ پل صراط کی حقیقت کیا ہے؟ عدم بسیط، نفس بسیط کیا ہیں؟ عالم ارواح کیا ہے؟ عرش اعظم کیا ہے؟ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس عظیم عرش اعظم پر وہ اعظم ذات اعلیٰ، خالق کائنات، مالک دو جہاں، رحیم و کریم آقا، سمیع و بصیر مولا، اصل حقیقی ذات بحت، کیسے متمکن اور جلوہ افروز ہے؟ سبحان اللہ!

اور پھر یہ کوئی زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ سر احمد یہ بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ابھی 1955ء میں انہوں نے اپنی تمام ریسرچ کو قلمبند کیا ہے اور "تعمیر ملت" کے نام سے اسے تشنگان راہ حق کیلئے منظر عام پر لائے ہیں۔ وہ چھپے رستم نکلے۔ وہ اپنی تحقیق کی بلندیوں کو چھو کر واپس آ گئے مگر یاران ہم نوالہ و ہم پیالہ کو چنداں خبر نہ ہونے دی۔ وہ شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ اور مشہوری سے بیزار۔ وہ کرامات کو شعبدہ بازی اور بچوں کا کھیل قرار دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمیشہ اس سے اجتناب کیا۔ اس کے باوجود ان کی زندگی کرامات سے بھری پڑی ہے۔ طالبان راہ حق کے مسلسل اور زور دار اصرار کے ہاتھوں مجبور ہو کر انہوں نے ایک نئے روحانی سلسلے کی بنیاد رکھی۔ جسے آج ہم "سلسلہ عالیہ توحیدیہ" کے نام سے جانتے ہیں۔ عرصہ تک بھولے بھٹکے لوگوں کی اصلاح کرنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور G-92 بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور میں ہی آستانہ عالیہ میں مدفون ہوئے۔

میری لائبریری میں آج بھی ان کی کتاب "تعمیر ملت" وہاں رکھی ہوئی ملے گی جہاں پر "اصل اور سائنس" کے موضوع پر دوسری کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ بے شک سائنس اور اس کی ایجادات کا اپنا نام ہے۔ لیکن خواجہ صاحبؒ کا اپنا مقام اور مرتبہ ہے۔ صحیح معنوں میں سائنسدان میں انہی کو مانتا ہوں۔ اور وہ اس سے کم بھی نہیں ہیں۔ آج کے دور میں کم از کم اس قسم کی دوسری مثال مشکل ہے"۔

ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ ٹن۔ اس کے ساتھ ہی اگلے پیریڈ کیلئے گھنٹی بج اٹھی۔ لڑکے اپنے استاد محترم کے احترام میں کھڑے ہوئے احمد صاحب نے ڈائری اٹھائی اور کلاس روم سے نکل گئے۔ ❁

اُردو میں رائج عربی الفاظ کا صحیح تلفّظ

تحریر و تحقیق: غلام رسول شاہد

☆ جمع کے درج ذیل الفاظ کے پہلے حرف پر پیش لگانا ضروری ہے۔ ان الفاظ کو پہلے حرف پر زبر لگا کر ادا کرنا کم علم ہونے کا اظہار ہے۔

اُمور۔ حُدود۔ حُروف۔ حُقوق۔ خُطوط۔ رُسوم۔ مُلوک۔

عُلوم۔ فُنون۔ قُلوب۔ نُقوش

درج ذیل الفاظ کا تلفظ عام طور پر غلط کیا جاتا ہے۔ صحیح تلفظ کی نشاندہی ہر لفظ کے ساتھ کر دی گئی ہے۔

اِستِقبال: پہلے حرف الف اور تیسرے حرف ت کے نیچے زیر ضروری ہے۔

اِغوا: پہلے حرف کے نیچے زیر ہے۔ اِس لفظ کو پہلے حرف پر زبر لگا کر ادا کرنا غلط ہے۔

اِنضِمام: پہلے اور تیسرے حرف کے نیچے زیر کی ضرورت ہے۔

تنازُع: اس لفظ کو چوتھے حرف ز پر پیش لگا کر ادا کرنا چاہیے۔ ز کے نیچے زیر لگا کر تنازعہ کے انداز میں لکھنا اور بولنا غلط ہے۔

مِعیار: پہلے حرف پر زبر لگانا غلط ہے۔ اس لفظ کا تلفظ مقدار کے انداز میں م کے نیچے زیر کے ساتھ صحیح ہے۔

مُلوَث: اس قسم کے جملے میں مثلاً وہ اس کام میں مُلوث نہیں تھا، معنی کے لحاظ سے تیسرے حرف و پر زبر کی ضرورت ہے۔ و کے نیچے زیر لگانے سے معنی غلط ہو سکتے ہیں۔

مُنتخَب: ہمارے منتخب نمائندے جیسی ترکیب میں اس لفظ کے چوتھے حرف خ پر زبر کا استعمال ضروری ہے۔ خ کے نیچے زیر لگانا غلط ہے۔

مُنشیات: اس لفظ کے صحیح تلفظ میں پہلے حرف م پر پیش ہے، دوسرے حرف ن پر زبر ہے اور تیسرے حرف ش پر شد اور نیچے زیر ہے۔ یہ عربی لفظ جمع کے انداز میں ہے۔ اس لفظ کی واحد ترکیب اُردو میں مستعمل نہیں۔

توازُن: پہلے حرف پر زبر اور چوتھے حرف ز پر پیش ہے۔

تواضُع: اس لفظ میں بھی پہلے حرف پر زبر اور چوتھے حرف پر پیش ہے۔

توَجُّہ: پہلے حرف پر زبر اور تیسرے حرف ج پر شد کے ساتھ پیش ہے۔ اس لفظ کو ج کے نیچے زیر لگا کر ادا کرنا غلط ہے۔

لاحِق: تیسرے حرف کے نیچے زیر ضروری ہے۔ یہاں زبر لگانے سے معنی بن جاتا ہے۔ حق نہیں ہے۔ سچ نہیں ہے۔

مَبلَغ: نقد رقم کی تعداد (مثلاً مَبلَغ دو ہزار روپے) بتانے کے لئے جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کے پہلے اور تیسرے حرف پر زبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلے حرف پر پیش اور تیسرے حرف ل پر شد اور نیچے زیر کے ساتھ معنی بن جاتے ہیں تبلیغ کرنے والا۔

مُتحدّہ: پہلے حرف پر پیش اور دوسرے حرف ت پر شد اور زبر کی ضرورت ہے۔ چوتھے حرف د پر شد لگانا غلط ہے۔

مُخالَفت: صحیح تلفظ کے قوانین کے مطابق اس لفظ پر اور اس قسم کے الفاظ مثلاً ملازمت، منافقت، معاونت کے چوتھے حرف پر زبر کی ضرورت ہے۔ یہاں زیر لگانا غلط ہے۔

مشکور: اس لفظ کے معنی بنتے ہیں شکریہ کا مستحق۔ اس لفظ کو ترک کر کے شکر گزار یا ممنون کہنا چاہیے۔

معزّز: قابل عزت لوگوں کے لیے اس لفظ کے استعمال میں تیسرے حرف ز پر شد کے ساتھ زبر کی ضرورت ہے۔ نیچے زیر لگانے سے عربی گرامر کے لحاظ سے معنی بن جاتے ہیں عزت کرنے والا یا عزت کرنے والے۔ ❁

حصول علم اور خواتین

مراسلہ: آصفہ سعید

☆ حضور سرور کائنات، فخر موجودات، سید انس و جاں ﷺ کی سیرت مقدسہ نوع انسانی کے لئے دائمی و مکمل نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے انسانیت کو مادی و اخلاقی پستیوں سے نکال کر روحانی عظمتوں اور رفعتوں سے روشناس کرایا۔ زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت اور انسانوں کی تربیت و رہنمائی کا سامان کیا تا کہ قیامت تک آنے والی نسلیں فیضیاب ہوتی رہیں۔ آپ نے اپنے اعمال، افعال و کردار سے ایسا نمونہ پیش فرمایا جس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر رہی ہے اور رہے گی، اسی لئے خالق ارض و سمانے آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کو نوع انسانی کے لئے ایک مثالی نمونہ قرار دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

(لاحزاب ۲۱)

"بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کی ذات گرامی مجسم خیر و برکت اور رحمت و شفقت ہے یہ کسی خاص طبقے کے لئے مخصوص نہ تھی، بلکہ یہ ابر رحمت دوست دشمن، بوڑھے وجوان، بڑے وچھوٹے، مرد وعورت، آزاد و غلام، انسان وحیوان، مسلم وغیر مسلم ہر ایک پر جھوم جھوم کر برستا رہا...... لیکن آپ ﷺ خواتین کے تو محسن اعظم ہیں آپ ﷺ ہی کے صدقے اسلامی معاشرے میں عورت کو وہ بلند درجہ حاصل ہوا جس کی مثال دنیا کی کسی اور سوسائٹی میں نہیں ملتی۔ ظلم وستم کی چکی میں پسنے والی عورت نے آپ ہی کے دامن رحمت کے سایہ میں پناہ لی۔

سرکار دو عالم ﷺ نے عورت کی عفت و تقدس کے منافی سرچشموں کو ایک ایک کر کے بند کیا۔ مرد کے ذہن میں عورت کی عزت اور اس کے حق کا تخیل پیدا کیا۔ نفرت ولعنت کی بجائے عورت کو رحمت، طمانیت اور سکون کا مظہر ٹھہرایا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو تعلیم دی کہ عورت کی قدر و منزلت پہچانو۔ اسے حقیر نہ سمجھو۔ ذاتی شرف وتکریم میں وہ مرد سے کسی درجہ میں کم نہیں وہ بھی ویسی ہی انسان ہے جیسا مرد، وہ بھی دنیا میں قدر و منزلت کی اسی طرح مستحق ہے جیسے مرد، معاشرے کی تعمیر میں دونوں کی اہمیت یکساں ہے۔

محسن انسانیت ﷺ نے ماں کے روپ میں عورت کا تقدس سکھایا اور اعلان فرمایا کہ:

"جنت تمہاری ماؤں کے قدموں میں ہے"

تو بیٹی کی پرورش اور حق رسانی پر باپ کو جنت کا مستحق ٹھہرایا۔ نیک بیوی کو خاوند کے لئے دنیا میں سب سے بڑی نعمت قرار دیا تو اپنے آخری خطبہ میں اپنے ماننے والوں کو خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ عورتوں سے بہتر سلوک کرو اور ان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔

بعثت نبوی ﷺ کے وقت جہالت ہی کے باعث عربوں میں اکثر قبائلی ایسے تھے جو لڑکیوں کے وجود کو اپنے لئے باعث ننگ و عار سمجھتے تھے اور معصوم و بے زبان لڑکیوں کو زندہ درگور کر دینا اپنا اہم فریضہ خیال کرتے تھے۔ اس وقت کی تمام تہذیبوں میں عورت کا مقام نہایت حقیر اور پست تھا۔

اسلام کی برکات سے صنف نازک کو وسیع حقوق ملے۔ معاشرے میں مرد و عورت دونوں کی حیثیت مساوی قرار دی گئی پھر یہی خواتین تھیں جنہوں نے دین کی سربلندی کے لئے اور نیکی کے قیام کیلئے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ دین کی خاطر بڑی سے بڑی سختیاں اٹھائیں۔ گھر بار چھوڑے، رشتے ناطے توڑے، آرام وسکون ٹھکرایا، غربت و مفلسی کو قبول کیا۔ سب کچھ سہہ لیا مگر حق پر کوئی حرف نہ آنے دیا اور آخر دم تک اللہ تعالیٰ، اس کے پیارے نبی ﷺ اور دین اسلام کی سچی وفادار ثابت ہوئیں اور زندگی کے ہر میدان میں، ہر شعبہ میں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

بعثت نبوی ﷺ سے قبل دنیا کے کئی معاشروں میں عورت پر جہاں اور جور وستم ڈھائے جا رہے تھے۔ وہاں ان پر یہ پابندی بھی تھی کہ وہ مروجہ علوم حاصل نہیں کرسکتیں۔ خواتین کے لئے تعلیم کو شجر ممنوعہ سمجھا جاتا تھا جس کے نتیجہ میں عورت قصر جہالت میں ڈوبی ہوئی زندگی کے دن پورے کر کے اس خاکدان کو چھوڑ جاتی تھی۔

ہر پڑھا لکھا مسلمان یہ جانتا ہے کہ محبوب کبریا ﷺ پر جو سب سے پہلی آیت نازل ہوئی وہ سورۃ العلق کی ہے:

"پڑھئے اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے (عالم کو) پیدا کیا" اور اس کے بعد کی آیت میں کہا گیا کہ:

"پڑھو! اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اسے علم نہ تھا......"

قرآن پاک کی ان ابتدائی آیات سے علم کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بعثت مبارکہ کا مقصد ہی یہ بتایا کہ آپ ﷺ معلم بنا کر بھیجے گئے ہیں اور کتاب وحکمت کی تعلم دیتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

''اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا جب کہ ان کے اندر خود انہی میں سے ایک رسول ﷺ مبعوث کیا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔ (آل عمران ۱۶۴)

خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''بلا شبہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں تمہارے لئے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں کہ تمہیں علم و حکمت سکھاتا ہوں۔ حضور ﷺ نے تحصیل علم پر سب سے زیادہ زور دیا آپ ﷺ نے امت مسلمہ پر واضح کر دیا''۔

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''

یہاں ہر ''مسلمان'' میں اسلامی معاشرے کا ہر کلمہ گو فرد، مرد ہو یا عورت آجاتا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہر فرد پر علم کی تحصیل اس لئے فرض قرار دی ہے۔ کہ علم دین و دنیا کی ترقی کا باعث ہے۔ علم اللہ کی بہترین نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ علم معاشرے میں عزت و تکریم کی وجہ ہے۔ علم سے انسان اپنے خالق و مالک کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے امتیوں کو علم کا شوق حد درجہ عطا فرمایا اور علم کی اہمیت ہر موقع پر اجاگر کی۔ چنانچہ جب ہم اسلامی تاریخ کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جب جنگ بدر ہوئی تو قریش مکہ نے اسیروں اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے۔ چند افراد جن کے پاس دینے کے لئے کوئی چیز نہ تھی، وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے انہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ہمارے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو چنانچہ انہوں نے تعلیم دی تو انہیں رہا کر دیا گیا۔

حضور ﷺ نے علم کو ''نور'' فرمایا، اس لئے کہ علم ایک ایسی روشنی ہے جس میں چل کر ہر شخص منزل مقصود پا سکتا ہے۔ دین و دنیا کی منفعتیں حاصل کر سکتا ہے، زمانے میں معزز ہو سکتا ہے۔ اہل دنیا کے دلوں پر اپنی فوقیت کے جھنڈے گاڑ سکتا ہے۔ ان کے دلوں میں اپنے لئے تکریم و تعظیم کا مقام پیدا کر سکتا ہے اور اپنے علم و فضل سے ان کی جہالت کے پردے چاک کر سکتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو علم کے حصول اور علم کی ترویج و اشاعت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا۔

☆ علم کی طلب عبادت ہے
☆ علم کا مذاکرہ تسبیح ہے
☆ علم کی تلاش جہاد ہے
☆ علم حلال و حرام میں تمیز سکھاتا ہے
☆ بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے
☆ مستحقوں میں علم پھیلانا تقرب ہے
☆ علم جنت کے راستوں کو روشن کرتا ہے
☆ عالم تنہائی کا مونس ہے
☆ علم سفر میں رفیق راہ ہے
☆ علم خلوت میں ندیم ہے
☆ علم راحت و مصیبت کا ساتھی ہے
☆ علم دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے
☆ علم دوستوں کی مجلس کی زینت ہے

علم کی بدولت اللہ تعالیٰ انسان کو اتنا بلند رتبہ دیتا ہے کہ لوگ صدیوں اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ عالم کی سیرت کو نمونہ بنا دیا جاتا ہے ملائکہ ان کی خدمت پر فخر کرتے ہیں اپنے پر بچھاتے ہیں، ان کی مغفرت چاہتے ہیں۔

حضور ﷺ نے حصول علم کے لئے کسی جگہ کی قید نہیں رکھی۔ کیونکہ علم ایک ایسا بے بہا خزانہ اور لازوال دولت ہے جس کی ثانی و ہمسر دنیا کی اور کوئی نعمت نہیں۔ اس نعمت کے حصول کے لئے مسلمانوں نے جس جانفشانی، محنت اور لگن سے کام لیا ہے وہ بے مثل ہے۔ کوئی قوم اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی مسلمانوں نے ایک ایک نقطے اور حدیث کے لئے جان جوکھوں کے سفر اختیار کئے اور حصول تعلیم کے بعد علم و فضل میں دنیا کی تمام قوموں کے امام بنے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یورپ کے ممالک نے مسلمانوں کے علم و فضل سے فائدہ اٹھایا۔ ان کی تصانیف و تالیفات کے ترجمے کئے اور ان پر مزید تحقیقات کیں اور زمانے پر چھا گئے۔ مسلمان اپنی ہی غفلت کی وجہ سے اس میدان میں پیچھے رہ گئے۔

قرون اولیٰ کی مسلم خواتین ہر شعبہ زندگی میں خواہ وہ تجارت ہو، صنعت ہو، کاشت کاری ہو، یہاں تک کہ میدان جنگ میں وہ مردوں کے ساتھ ساتھ نظر آتی ہیں۔ عہد رسالت مآب ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں خواتین سے ان کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا گیا۔ علم کی تحصیل ہو یا علم کی ترویج و اشاعت، خواتین مردوں کے شانہ بشانہ تھیں۔ عورتوں میں دین کی اشاعت عام کرنے۔ انہیں علم و دین سکھانے اور اخلاق و تہذیب کے اصول سکھانے کے لئے جو جدوجہد ازواج مطہراتؓ نے کی وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰؓ کی سیرت و شخصیت اور گران قدر دینی خدمات بے مثال ہیں اعلان نبوت ﷺ کے بعد انہوں نے نہ صرف آپ ﷺ کی حمایت اور تصدیق کی بلکہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ حضور ﷺ کی معاون و مددگار تھیں۔ ان کا تجارتی قافلہ اہل مکہ میں سب سے بڑا ہوتا تھا۔

ام المؤمنین حضرت سودہؓ بڑی اطاعت شعار اور خدمت گزار بیوی تھیں۔ ایثار سخاوت اور فیاضی میں ممتاز مقام رکھتی تھیں آپ کھالیں درست کرتی تھیں اور ان کی دباغت کا فن جانتی تھیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ بڑی ذہین، فقیہہ، عالمہ وفاضلہ اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ آپ سے سینکڑوں احادیث مروی ہیں۔ ان کی ساری عمر اسلامی علوم کی ترویج واشاعت اور لوگوں کی حاجت روائی میں گزری۔

ام المؤمنین حضرت حفصہؓ دین کی بے پناہ سمجھ رکھتی تھیں۔ علم وفضل میں بلند درجہ پر فائز تھیں۔ خواتین کے علاوہ بہت سے صحابی بھی علم کے حصول کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ انہوں نے ۲۰ کے قریب حدیثیں روایت کی ہیں جو انہوں نے خود نبی کریم ﷺ اور اپنے والد گرامی حضرت عمر فاروقؓ سے سنیں۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ نہایت معاملہ فہم اور ذہین خاتون تھیں۔ ریاستی امور، خارجہ امور میں صحابہ کرام کی رہنمائی فرمایا کرتی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ان ہی کے مشورے سے حضور ﷺ نے جانوروں کی قربانی دی اور تمام صحابہؓ نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔ سیدہ ام سلمہؓ کو احادیث سے بڑا شغف تھا انہوں نے ۳۷۸ کے قریب حدیثیں روایت کی ہیں۔ خواتین کی تعلیم وتربیت کی جانب انہوں نے بڑی دلچسپی دکھائی۔

ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ ایک نہایت باعمل، پاکباز متقی اور صاحب علم خاتون تھیں۔ دین کے بارے میں جزئیات کی حد تک حساس واقع ہوئی تھیں۔ خود عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو عمل کرنے کی تلقین کیا کرتی تھیں۔ فن حدیث میں آپ کے کئی شاگرد تھے۔ محدثین نے ان سے بعض احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ام المؤمنین حضرت صفیہؓ بڑی نیک، عبادت گزار، عقلمند اور بردبار خاتون تھیں۔ اکثر لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے۔ انہوں نے عورتوں کی تعلیم وتربیت کی طرف بھرپور توجہ دی۔ انہوں نے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔

ام المؤمنین حضرت میمونہؓ بڑی راسخ العقیدہ، عبادت گزار، غریب پرور اور صاحب علم خاتون تھیں۔ اسلام کی تعلیم وتبلیغ کا انہیں بڑا شوق تھا۔ ان سے تقریباً ۷۶ احادیث مروی ہیں۔

دختر رسول، سیدہ النساء العالمین حضرت فاطمہؓ کی زندگی پر نظر ڈالئے تو وہ اس درخت سایہ دار کے مانند نظر آتی ہیں جو تپتے ہوئے صحرا کے بیچ میں سورج کی تمازت اور دھوپ کی شدت سے جل تو رہا ہے لیکن جس کے سایہ میں لوگ آرام اور سکھ کی نعمت حاصل کر رہے ہوں سیدہ فاطمہؓ اور ان کی صاحبزادیاں علم کے حصول اور اس کی ترویج واشاعت میں پیش پیش نظر آتی ہیں۔ مسلم خواتین کے لئے وہ ہر لحاظ سے قابل تقلید نمونہ ہیں۔

یہ چند ایک مثالیں ہیں جو میں نے پیش کی ہیں تاریخ اسلام ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

☆ یہ عورت ہی تھی جس نے اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔

☆ یہ عورت ہی تھی جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے شہادت کا درجہ پایا۔

☆ یہ عورت ہی تھی کہ قرآن جمع ہونے کے بعد اسے اس کا امین مقرر کیا گیا۔

مسلمان خواتین کے مثالی کردار، اور الوالعزمی اور ہمت واستقامت کی یہ درخشاں مثالیں قیامت تک مسلم خواتین کے لئے مشعل راہ اور بہترین نمونہ عمل ہیں۔

ایک مسلمان خاتون کا اولین فریضہ ہے کہ وہ اپنی نجی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کی کوشش کرے اور ایسا تب ہی ممکن ہے کہ اسے دین کا علم حاصل ہو۔ جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اسے روز مرہ کے ہر چھوٹے بڑے کام جو اسے معمول کے مطابق انجام دینا ہوتے ہیں کہ بارے میں علم ہو کہ اس کے متعلق خدا تعالیٰ کا کیا حکم ہے اور محسن نسواں حضور ﷺ کا کیا طریقہ ہے یا اس کے بارے میں آپ ﷺ کی کیا ہدایات ہیں؟

تاریخ اسلام کے اوراق بتاتے ہیں کہ خواتین نے علم کے حصول کے لئے معلم انسانیت سے براہ راست رجوع کیا اور حصول علم کی درخواست کی۔

بخاری شریف میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ عورتوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ مردوں نے آپ ﷺ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا ہے۔ آپ ﷺ ہمارے لئے ایک مخصوص دن رکھیں۔ آپ ﷺ نے ایک دن کا وعدہ فرمایا۔ اس میں آپ ﷺ ان سے ملے انہیں نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا۔

مسند احمد میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ خواتین نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے ایک جگہ کا تعین فرمایا اور تعلیم دی۔

خواتین بلا حجاب وتکلف حضور ﷺ سے سوال کرتیں اور آپ ﷺ انہیں جواب عطا فرماتے خواتین کا اجتماع ہوتا اور آپ ﷺ انہیں اسلامی تعلیمات سے روشناس کراتے۔ انصار کی خواتین تو حصول علم میں گہری دلچسپی لیتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

''انصار خواتین بہت اچھی ہیں کہ انہیں دینی بصیرت حاصل کرنے میں حیاء مانع نہیں ہوتی۔'' (فتح الباری)

معلم کتاب وحکمت حضور ﷺ نے صنف نازک کے لئے تعلیم لازمی قرار دیتے ہوئے کسی خاص قبیلہ، منصب یا حیثیت کی خواتین کے لئے خصوصی احکامات نہیں دیئے بلکہ ہر خاتون کو حصول علم کا مشورہ دیا۔ آپ ﷺ نے خواتین کے حصول علم کے لئے یہاں

تک واضح کر دیا کہ کنیزوں کو بھی تعلیم کی دولت سے مالا مال کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اگر کسی کے پاس لونڈی (خادمہ) ہو تو اسے بھی تعلیم دے"۔

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں خواتین علم و فضل کے اعتبار سے مردوں سے کمتر نہیں تھیں اس لئے کہ ان پر علم کے حصول کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اسی لئے انہوں نے یہ مقام حاصل کیا۔ خواتین صحابیات نے صرف قرآن پاک کی تفسیر اور تعلیم ہی نہیں دی بلکہ وہ تبلیغ وترویج اشاعت اسلام کی جد وجہد میں بھی شریک رہیں۔ ایسی خواتین میں حضرت ام شریکؓ، حضرت فاطمہؓ بنت خطاب، اور حضرت ام سلیمؓ کے نام نمایاں ہیں۔

عہد نبوی ﷺ میں خواتین نے نہ صرف دینی علوم ہی میں مہارت حاصل کی بلکہ فقہ، تفسیر، حدیث، فتاویٰ، ادب، شاعری، تاریخ، طب، زراعت وتجارت میں بھی بلند مقام پیدا کیا۔ ازواج مطہراتؓ کے علاوہ ام ورقہؓ، حضرت ام سعد بنت اسعد ابن ربیع، حضرت ام ہشام بنت حارثہ، حضرت شفا بنت عبداللہ، حضرت نفیسہؓ، حضرت رائطہ بنت حیانؓ اور حضرت ہند بنت اسیدؓ کو قرآن پاک کے کئی پارے حفظ تھے۔ وہ باقاعدہ درس دیا کرتی تھیں اور خواتین کو قرآن پاک پڑھایا کرتی تھیں۔

حضور ﷺ کی احادیث بیان کرنے والی خواتین میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ام سلمیٰؓ، حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ، حضرت ام ہانیؓ اور حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے نام نمایاں ہیں۔ جبکہ فقہ میں امہات المؤمنین، دختر رسول سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ حضرت لیلیٰ بنت قائف، حضرت خولہ بنت تویتؓ، حضرت ام درداعؓ، حضرت زینب بنت ابوسلمہؓ، حضرت ام ایمنؓ اور حضرت ام یوسفؓ نے بڑی شہرت پائی۔ طب کے شعبہ میں جن صحابیات کا نام روشن ہے ان میں حضرت رفیدہؓ، حضرت ام مطاعؓ، حضرت ام زیادؓ، حضرت امیمہؓ، حضرت ام عطیہؓ، حضرت ام سلیمؓ اور حضرت ربیع بنت مسعودؓ شامل ہیں

عہد نبوی ﷺ میں علم اسرار میں حضرت ام سلمہؓ، علم الفرائض میں حضرت عائشہ صدیقہؓ، علم خطابت میں حضرت اسماء بنت سکنؓ اور علم تعبیہ میں حضرت اسماء بنت عمیسؓ درجہ کمال پر فائز تھیں۔ شاعری میں حضرت صفیہؓ، حضرت زینب بنت عوامؓ، حضرت عاتکہ بنت زیدؓ، حضرت بنت اثاثہؓ، حضرت رقیہ بنت زیادؓ، حضرت کبشہ بنت رافعؓ کو نمایاں مقام حاصل تھا۔

خواتین کی ایک اہم ذمہ داری، اولاد کی صحیح پرورش اور تربیت ہے۔ یہ فریضہ بڑی اہمیت کا حامل ہے کسی انسان کے اچھا یا برا ہونے میں تربیت کا بڑا دخل ہوتا ہے جو اسے ماں کی گود سے ملتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایک ماں علم وآگہی، قابلیت وذہانت، اخلاق وکردار اور دین داری کے اعتبار سے کامل ہو، تاکہ نسل انسانی کی پرورش وتربیت بہتر انداز میں کی جاسکے اور معاشرے کو صالح، باکردار اور مفید افراد مہیا ہوسکیں۔

ضرورت اس بات کی ہے ہم جو آپ ﷺ کے نام لیوا ہیں آپ ﷺ کے امتی اور غلام ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ کی روشن اور پاکیزہ تعلیمات کو حرز جان بنائیں اور انہیں پھیلانے کی سعی کریں تاکہ ساری انسانیت آپ کے پیغام رحمت سے روشناس ہوجائے۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ (آمین)

خون کی کمی (Anemia)

ڈاکٹر عظمیٰ نورین

☆ اینیمیا (Anemia) جسے عرفِ عام میں خون کی کمی کہا جاتا ہے، پوری دنیا میں بہت عام ہے۔ یہ ایک مرض بھی ہے اور بہت سی بیماریوں کی ایک علامت بھی ہے۔ خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں یہ زیادہ پایا جاتا ہے۔ ایک بین الاقوامی جریدے کے مطابق ان ممالک کے کم آمدنی والے گھروں میں، ہر چھ میں سے ایک بچہ اس مرض میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ ان ممالک میں اعلیٰ معیار کی صفائی نہ ہونا، غربت اور جہالت ہیں جو کئی اور بیماریوں کا موجب بھی ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہاں ہر جگہ بے شمار ایسے بچے اور بڑے نظر آتے ہیں جن کے چہرے زرد تھکے ہوئے اور پریشان ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دیگر بیماریوں میں بھی زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ ان میں اینیمیا زیادہ تر فولاد کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ قابلِ علاج ہے اور جس سے بچاؤ بھی ممکن ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں بھی یہ مرض زیادہ لیکن وہاں زیادہ تر اس کی وجہ دیگر بیماریاں ہیں جن کی علامت کے طور پر Anemia ظاہر ہوتا ہے۔ امریکہ میں 3.4 ملین افراد Anemia میں مبتلا ہیں۔

Anemia کیا ہے؟ دراصل ہمارے خون میں موجود لال خلیوں یا ان میں موجود ایک لال رنگ کے کیمیکل ہیموگلوبن کی کمی کو Anemia کہتے ہیں۔ جس سے لال خلیے جسم کے ہر خلیے تک صحیح مقدار میں آکسیجن نہیں پہنچا سکتے اور جسم میں طاقت کی کمی ہو جاتی ہے۔ اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو یہ جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ شدید Anemia میں دل کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور اس کی کارکردگی متاثر ہو سکتی ہے۔

اس کی وجوہات جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم یہ جانیں کہ خون کیسے بنتا ہے اور اسے بنانے کے لیے کن اجزاء کی ضرورت ہوتی ہے۔ خون کے دو بڑے اجزاء ہوتے ہیں۔ ایک جزو تو پانی یا Plasma ہے۔ جس میں جسم کی ضروریات کے لیے دیگر اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں۔ دوسرا جز خون کے خلیے ہیں جو تین قسم کے ہیں۔

1-لال خلیئے:

ان کا کام جسم کے ہر حصے میں آکسیجن پہنچانا ہے۔ تعداد میں یہ کافی زیادہ ہوتے ہیں۔ بڑوں میں یہ ہڈیوں میں بنتے ہیں خصوصاً لمبی ہڈیوں، مہروں میں، سینے اور کولہوں کی ہڈیوں میں بنتے ہیں۔ ان خلیوں کی اہمیت اس کے اندر موجود لال رنگ کے ہیموگلوبن کی وجہ سے ہے کیونکہ یہی دراصل کام کرتا ہے۔

2-سفید خلیے:

یہ جسم میں قوتِ مدافعت پیدا کرتے ہیں۔ انہیں جسم کی پولیس کہتے ہیں۔

3-پلیٹلٹس (Platlets):

یہ خون کو بہنے سے روکتے ہیں۔

لال خلیوں کو بنانے کے لیے سب سے اہم اجزاء جن کی ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

خوراک:

آئرن یا فولاد، وٹامن خصوصاً B 12 اور Folic acid جو سب سے اہم ہیں۔ B12 گوشت سے حاصل ہوتا ہے اور فولک ایسڈ سبزیوں، پھلوں اور سلاد سے حاصل ہوتا ہے۔

دھاتیں بھی اہم ہوتی ہیں۔ مثلاً جست یا Zinc، میگنیشیم، سوڈیم اور پٹیشل وغیرہ جو کہ سبزیوں اور پھلوں سے ملتی ہیں۔

جسم کے ہارمون:

ہمارے جسم کے اندر ایسے کیمیکل یا ہارمون ہیں جو خون بنانے میں مدد کرتے ہیں مثلاً گردوں سے Erythropoietin بنتا ہے جو کہ دواؤں کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے اگر گردے فیل ہو جائیں۔

لال خلیوں کی عمر تقریباً 120 دن ہوتی ہے۔ یعنی اتنی دیر بعد پرانے خلیے تباہ ہو جاتے ہیں اور نئے بن جاتے ہیں۔

خون کی کمی کی وجوہات

1-خون کا کم بننا: اس کی بھی بہت سی وجوہات ہیں۔ مثلاً

☆ خوراک میں خون بنانے والے اجزاء کی کمی:

خصوصاً فولاد کی کمی تو بہت ہی زیادہ عام اور اہم ہے۔ تقریباً پوری دنیا میں 25 فیصد افراد کو فولاد کی کمی سے Anemia ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ خوراک میں کمی کے علاوہ جسم کی ایسی حالت بھی ہو سکتی ہے جب فولاد کی ضرورت بہت بڑھ جاتی ہے مثلاً نو سے انیس سال تک کے بڑھتے بچے، بیمار افراد اور خواتین۔ ان سب میں لال خلیئے ضرورت کے لحاظ سے بہت زیادہ بن رہے ہوتے ہیں اور فولاد کی ضرورت بڑھ جاتی ہے جو اگر پوری نہ کی جائے تو بہت جلد کمی ہو جاتی ہے اور

خون کم بننے لگتا ہے۔ اس کے علاوہ فولاد خوراک میں تو ہو لیکن جذب نہ ہو رہا ہو، خون بہہ رہا ہو چوٹ سے یا جسم کے اندر مختلف بیماریوں سے جو بعد میں بیان کی جائیں گی، لیکن اُن میں سے سب سے اہم وجہ آنتوں کے خاص کیڑے Hook worms ہیں جو خون چوستے ہیں اور کافی عام ہیں۔

☆ خون بنانے والے ہارمون کی کمی: جو خصوصاً گردوں کی بیماری یا فیل ہونے کے بعد ہوتی ہے۔

☆ ہڈیوں میں خون بنانے والے خلیوں کی تباہی یا Aplastic Anemia: اس کی وجہ مختلف ادویہ ہیں یا پیدائشی نقص جس میں ہڈیوں میں موجود خلیئے ہی تباہ ہو جاتے ہیں جس سے خون کے سارے خلیے یا تو بنتے ہی نہیں یا بہت کم بنتے ہیں اور نتیجتاً خون میں کم لال خلیے شامل ہوتے ہیں اور خون کی کمی ظاہر ہو جاتی ہے۔

2- خون کے لال خلیوں کی تباہی:

اس کی وجوہات یہ ہیں۔

☆ موروثی یا پیدائشی لال خلیوں کی بیماریاں:

ان بیماریوں میں پیدائش سے پہلے یا فوراً بعد کچھ ماہ یا سال بعد بچوں کے لال خلیوں کی توڑ پھوڑ ہونے لگتی ہے جس کی وجہ پیدائشی طور پر خراب لال خلیے ہوتے ہیں۔ مثلاً تھلیسیمیا جس کی دو اقسام ہیں۔ شدید قسم میں بچے کو تقریباً ہر ماہ یا 15 دن بعد خون لگتا ہے اور کم شدید قسم جس میں صرف ہلکی پیلاہٹ ہو سکتی ہے لیکن علاج کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ Sickle cell anemia وغیرہ شامل ہیں جس میں لال خلیے چپٹی گول شکل کے بجائے بالکل گول اور مرچ جیسی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور جلد ہی تباہ ہو جاتے ہیں۔

☆ انفیکشن: سب سے اہم اور عام وجہ ملیریا ہے۔ جس میں ہر سردی کے حملے کے وقت لال خلیوں کی توڑ پھوڑ ہوتی ہے جو خون کی شدید کمی کا باعث بن سکتی ہے۔

☆ ادویہ: مثلاً کچھ اینٹی بائیوٹیکس جو کہ پہلے سے ہی خراب خلیوں کو تباہ کر کے Anemia کا باعث بنتی ہیں۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

☆ حادثات: مثلاً جسم کے بڑے حصے کا جل جانا، بہت زیادہ مقدار میں شعاؤں کا استعمال۔

☆ وٹامن کی کمی: وٹامن B12 اور Folic acid کی کمی سے بھی لال خلیے بڑے ہو جاتے ہیں اور جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ Folic acid کی کمی عام ہے۔

3- خون کا ضیاع:

یہ بیرونی بھی ہو سکتا ہے اور جسم کے اندر بھی۔

☆ حادثات: اس سے بیرونی طور پر خون بہتا ہے خصوصاً بڑی شریانوں کے زخمی ہونے سے بہت زیادہ خون بہتا ہے۔ یہ عام وجہ نہیں۔

☆ پیٹ کے کیڑے Hook worms: یہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ عام وجہ ہے۔ خصوصاً ترقی پذیر ممالک میں تو یہ بہت عام ہے۔ یہ کیڑے بہت چھوٹے ہوتے ہیں لیکن ایک کیڑا ایک دن میں تقریباً 0.1 سے 0.2 ملی لیٹر خون چوس سکتا ہے۔ اس کے علاوہ لمبے چپٹے کیڑے Tapeworms بھی ایک خاص قسم کے Anemia کا باعث بن سکتے ہیں۔ کیونکہ یہ وٹامن B12 کی کمی واقع کر دیتے ہیں۔

☆ خواتین کی بیماریاں: یہ پوری دنیا میں خواتین میں خون کی کمی کی سب سے عام وجہ ہے۔ اگر ایک مہینے میں 100 ملی لیٹر یا اس سے زیادہ خون بہہ جائے تو خون کی کمی واقع ہو جاتی ہے بشرطیکہ فولاد کی کمی ساتھ ساتھ پوری نہ کی جائے۔ جو کہ خوراک اور ادویہ دونوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ اور ساتھ ہی بیماری کا علاج بھی ضروری ہے۔

☆ پیٹ اور آنتوں کی بیماریاں: خون ضائع ہونے کی یہ بھی اہم اور عام وجہ ہے۔ خصوصاً پیٹ کی سوزش یا Gastritis میں تھوڑی تھوڑی مقدار میں پاخانے کے ذریعے خون نکلتا رہتا ہے۔ مریض کو صرف ہلکی ہلکی پیٹ کی درد اور جلن ہوتی ہے۔ اس کی سب سے عام وجہ ایک بیکٹریا ہے جسے Helicobacter کہتے ہیں۔ جو کہ پیٹ کے السر کا بھی سب سے زیادہ باعث ہوتا ہے۔ اس مرض میں دائمی اینیمیا یا Chronic Anemia ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ آنتوں کا کینسر جو کہ بوڑھے افراد میں زیادہ ہوتا ہے یا ان لوگوں میں جن میں آنتوں کا کینسر موروثی طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ اتنی زیادہ عام وجہ نہیں۔ اس میں بھی تھوڑی یا زیادہ مقدار میں خون بہتا رہتا ہے۔

4- ہاضمے کی خرابی:

اس میں خوراک کے وہ اہم اجزاء جو خون بناتے ہیں اور جسم کو طاقت پہنچاتے ہیں وہ ہماری آنتوں سے خون میں جذب یا Absorb نہیں ہو پاتے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں مثلاً آنتوں کے جراثیم، سوزش، آپریشن وغیرہ۔

5- پرانی بیماریاں:

اس کو Anemia of chronic کہتے ہیں یعنی کسی لمبے عرصے سے لاحق بیماریوں کی وجہ سے انیمیا ہوجانا۔ اس کی وجہ کم خون بننا ہوتا ہے۔ یہ ایک اندازے کے مطابق پوری دنیا میں خون کی کمی کی دوسری بڑی وجہ ہے۔ مندرجہ ذیل بیماریوں یا امراض میں Anemia ہوسکتا ہے۔

☆ گردوں کا پرانا مرض ☆ ذیابیطس
☆ کینسر ☆ دل کے مریض ☆ ایڈز
☆ جوڑوں کے درد (Rheumatiod Arthritic) ☆ 65 سال سے زیادہ عمر کے افراد ☆ جن مریضوں کا آپریشن ہوگیا ہو۔

یہاں یہ بات کہنی ضروری ہے کہ مندرجہ بالا وجوہات میں سے زیادہ تر وجوہات بالآخر فولاد کی کمی کا ہی باعث بن جاتی ہیں کیونکہ جتنا خون ضائع ہوتا ہے اتنا بنانے کے لیے زیادہ فولاد کی ضرورت ہوتی ہے جو اگر صحیح مقدار میں نہ ملے تو کمی ہوجاتی ہے۔ اور لال خلیے بننے کی صلاحیت متاثر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر قسم کے Aneimia کا علاج فولاد سے ہوتا ہے۔

علامات: یہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔

وہ علامات جو ہر قسم کے Anemia میں ظاہر ہوتی ہیں۔ تھکاوٹ، سر میں درد، چکر اور بے ہوشی

یہ تین علامات بے حد عام اور سب سے پہلے ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن یہ اور کئی قسم کی بیماریوں میں ہوتی ہیں لہٰذا ڈاکٹر سے رجوع کر کے تشخیص کروالینا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل علامات بھی ہوسکتی ہیں۔

دل کی دھڑکن تیز ہونا، رنگ پیلا محسوس ہونا خصوصاً ہاتھ، ناخن اور پاؤں کے تلوے میں سرخی نہیں نظر آتی۔ یہ علامات کچھ لوگوں کو جلد اور کچھ کو دیر بعد یا شدید بیماری میں محسوس ہوتی ہیں۔

سانس میں تکلیف، انجائنا یا دل کا دورہ جو کہ سخت مشقت کے کام کے بعد ہوسکتا ہے۔ یہ شدید Anemia ہی میں ہوتا ہے۔ ٹانگوں میں درد۔

دل فیل ہونا: یہ بہت شدید Anemia میں ہوتا ہے۔ یہ مریض بہت دیر سے بیمار ہوتے ہیں اور خوراک اور علاج ٹھیک نہیں لیتے حتٰی کہ اس حالت تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہ زیادہ تر غریب خواتین میں ہوسکتا ہے۔

نظر کمزور ہونا یا بند ہوجانا: یہ بہت کم ہوتا ہے صرف ان مریضوں میں جن میں زیادہ مقدار میں خون بہہ جائے مثلاً حادثات کے بعد۔

2- وہ علامات جو خاص بیماریوں میں ظاہر ہوتی ہیں:

فولاد کی کمی میں: ناخنوں کا ٹوٹنا اور کبھی کبھار "چمچ" کی طرح چپٹا ہوا ہوجانا، ہونٹوں کے کونوں میں زخم ہوجانا، زبان کے اوپر چھوٹے دانے ختم ہوجانا جس سے زبان چمکتی ہوئی۔ بہت ملائم ہوجاتی ہے۔

بالوں کا سخت ہوجانا اور ٹوٹنا: چونکہ فولاد کی کمی کی وجہ سب سے عام ہے۔ لہٰذا اس کی علامات بھی بہت عام ہیں۔

تھیلسیمیا میں: اس میں مریض بچوں کی ہڈیاں کمزور ہوجاتی ہیں اور ٹیڑھی ہوسکتی ہیں چہرہ خاص قسم کا چپٹا ہوا لگتا ہے۔ پیٹ میں تلی بڑھنے کی وجہ سے درد بھی ہوسکتا ہے۔

لال خلیوں کی تباہی: ان بیماریوں کے مریض میں پیلیا یا Jaundice ہوجاتا ہے۔ دوسری علامات بھی ہوتی ہیں۔ Jaundice میں آنکھیں سب سے پہلے پیلی ہوتی ہیں بعد میں ہاتھ اور پورے جسم کی جلد میں بھی پیلاہٹ ہوجاتی ہے اس کے علاوہ انگلیاں ناخن کے قریب موٹی ہوسکتی ہیں۔ شدید انیمیا میں ٹانگوں میں السر بھی ہوسکتے ہیں۔ یعنی جلد کا پھٹ جانا

تشخیص:

مریض کو اگر مندرجہ بالا علامات ہوں تو ڈاکٹر سے فوراً رجوع کرنا چاہیے تاکہ تشخیص ہوسکے کہ Anemia کی وجہ کیا ہے۔ ورنہ دیر کرنے سے نقصان ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر معائنہ کرنے کے بعد مختلف خون کے ٹیسٹ کروا کر آسانی سے تشخیص کرسکتے ہیں۔ سب سے عام اور سستا ٹیسٹ بلڈ سی پی ہوتا ہے۔ جس میں ڈاکٹر لال خلیوں کی تعداد اور ہیموگلوبن دیکھتے ہیں۔ خواتین میں صحیح تعداد، خون کے ہر ملی لیٹر میں تقریباً ساڑھے چار ملین لال خلیے ہے۔ اور مردوں میں تقریباً پانچ ملین سے زیادہ ہے۔

ہیموگلوبن خواتین میں 12 سے 14 فیصد اور مردوں میں 14 سے 16 فیصد ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم تعداد ہو تو Anemia کہلاتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ کچھ لوگوں کو میں خاندانی طور پر زیادہ یا کم لال خلیے ہوتے ہیں۔ مثلاً پٹھان یا پہاڑی علاقوں کے لوگوں میں خواتین میں بھی Hb% 14 یا 15 فیصد ہوتا ہے۔ ان کو Anemia کم ہی ہوتا ہے۔

علاج:

تشخیص ہونے کے بعد یعنی Anemia کی وجہ معلوم ہونے کے بعد اس سبب کے لحاظ سے علاج کیا جاتا ہے ۔ ضروری نہیں کہ ہر قسم کے Anemia کا علاج فولاد سے ہو کیونکہ بعض بیماریوں میں فولاد سے نقصان بھی ہوسکتا ہے۔ یہ فیصلہ ڈاکٹر ہی کرتے ہیں کہ آپ کو کس قسم کے علاج کی ضرورت ہے یعنی صرف خوراک میں تبدیلی سے یا دواؤں سے علاج ہونا چاہیے۔

فولاد کی کمی کے Anemia کا علاج:

اس کا علاج فولاد کی گولیاں ہیں۔ ڈاکٹر کے مشورے سے ہی استعمال کرنی چاہیے۔ زیادہ تر ہر روز ایک گولی کھانے کے لیے دی جاتی ہے۔ لیکن مسلسل تقریباً 6 ماہ استعمال کرنا ہوتا ہے۔ ہر ماہ باقاعدہ خون ٹیسٹ کرانے سے یہ معلوم ہوتا رہتا ہے۔ کہ خون کی کمی پوری ہو رہی ہے یا نہیں اگر کمی پوری ہوجائے تو مزید دوا کی ضرورت نہیں رہتی۔ دواؤں کو خالی پیٹ لینا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ اگر مریض کو متلی، ڈائریا یا قبض ہوجائے تو کھانے کے ساتھ لینا یا کسی اور طرح کی گولیاں ڈاکٹر دیتے ہیں۔ جس میں فولاد تھوڑی کم ہوتی ہے۔ یہ فیصلہ آپ کے ڈاکٹر ہی کرسکتے ہیں۔ کہ آپ کے لیے کونسی گولیاں بہتر ہیں۔

اگر پھر بھی مریض کا Anemia ٹھیک نہ ہو تو اس کی وجہ مسلسل خون کا ضیاع ہوسکتا ہے یا فولاد جذب نہیں ہو رہی یا مریض صحیح وقت پر ہر روز دوا نہیں لے رہا یا مریض کو فولاد کی کمی کی وجہ سے Anemia نہیں ہے۔ اس موقع پر ڈاکٹر انجکشن سے بھی فولاد دے سکتے ہیں۔

وٹامن B12 اور Folic acid کی کمی کا Anemia:

گولیوں یا انجکشن کے ذریعے ان کی کمی پوری ہوجاتی ہے۔ یہ زیادہ تر خواتین اور ملیریا کے مریضوں میں ہوتا ہے یا غریب بیمار لوگوں میں جن کی خوراک ٹھیک نہ ہو اور بہت سے اجزاء کی کمی کے علاوہ اس وٹامن کی کمی ہوگئی ہو۔ وٹامن B12 کی کمی ہوتی ہے کیونکہ یہ وٹامن ہمارے جگر میں اتنی مقدار تک محفوظ ہوتا ہے کہ 3 سال تک کمی پوری ہوسکتی ہے۔ Folic acid زیادہ تر کچی سبزیوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اسکی کمی صرف گوشت بہت زیادہ کھانے والوں میں یا پھل سبزیاں اور سلاد نہ کھانے والوں میں ہوتی ہے۔ جو کہ عام ہے۔

3- تھیلیسمیا اور دیگر موروثی بیماریاں:

ان کا علاج زیادہ تر بار بار خون لگنا ہی ہوتا ہے یا بون میرو ٹرانسپلانٹیشن ہوتا ہے۔ ان میں بار بار خون لگنے سے فولاد کی زیادتی بھی ہوجاتی ہے جسکا علاج ساتھ ہی کیا جاتا ہے۔

4-Hook worm کا علاج:

اسکا علاج بے حد آسان ہے جو اگر بروقت کرلیا جائے تو ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ حل ہوجائے گا۔ دوا کی صرف چند خوراکوں سے یہ کیڑے مر کر پاخانے سے نکل جاتے ہیں۔ ان ادویہ کو Anti Helminthics کہتے ہیں۔ جن میں Pyrental Palmoate اور Mebendazole سب سے اچھی ادویہ ہیں۔

5- پیٹ کی بیماروں کا علاج:

H.Pylori سے ہونے والی پیٹ کی سوزش کے لئے خاص اینٹی بائیوٹکس ہوتی ہیں۔ اگر سوزش ڈسپرین سے ہے تو اسکو چھوڑ دیں سوزش ختم ہونے سے پیٹ میں زخم نہیں بنتے اور خون نہیں بہتا جس سے خون کی کمی واقع نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ جو بھی بیماری Anemia کا سبب ہے ڈاکٹر سے اسکی بروقت صحیح تشخیص کروا کا مکمل علاج کروانا ضروری ہے۔

بچاؤ:

1- خوراک: انیمیا کے بچاؤ کا سب سے آسان اور مؤثر طریقہ خوراک کا صحیح استعمال ہے۔ اپنی خوراک میں فولاد اور وٹامن B12 کے لیے ہفتے میں تین سے چار مرتبہ گوشت شامل کرنا بہت ضروری ہے۔ خصوصاً مرغی، بکرے اور مچھلی کا گوشت سب سے اچھا ہے یا سبزیوں کے ساتھ گوشت شامل کرنا بہت اچھا ہے۔ Folic acid کے لیے ضروری ہے کہ سلاد کھایا جائے جس میں کچی سبزیاں اور سیب شامل ہوں کیونکہ پکانے سے یہ وٹامن ختم ہوجاتا ہے۔ پھل اور سبزیاں بکثرت استعمال کریں۔

خواتین کو اپنی خوراک کا خاص طور پر ہر وقت خیال رکھنا چاہیے کیونکہ ان کو مردوں سے زیادہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے ہر روز ایک ابلا یا فرائی انڈا کھانا بہت مفید ہے۔ کیونکہ انڈے کی زردی میں کافی مقدار میں فولاد ہوتا ہے لیکن اگر خاندان میں خون میں کولسٹرول زیادہ ہے تو ہفتے میں تین یا چار مرتبہ انڈہ کھانا بہتر ہے۔ گوشت میں موجود فولاد سبزیوں میں موجود فولاد سے اچھے طریقے سے ہضم اور جذب ہوتا ہے۔ اس لئے فولاد کی کمی گوشت سے ہی بہترین طریقے سے پوری ہوسکتی ہے۔ کھجور بھی بہترین فولاد کا ذریعہ ہے۔ روز

کھانے کے بعد یا ناشتے میں دودھ کے ساتھ استعمال کرنا بہت مفید ہے۔ بڑھتے بچوں میں تو خوراک کا خاص خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ کھیل کود اور کام کے لحاظ سے اگر خوراک نہ ملے تو بہت جلد Anemia ہوسکتا ہے۔ خصوصاً 9 سے 19 سال کے بچے خوراک صحیح نہیں لیتے۔

"پھل" وٹامن اور دھاتیں حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ لیکن ان کو صحیح استعمال کرنے کا خاص طریقہ ہونا چاہیے۔ ایک بین الاقوامی پی۔ ایچ۔ ڈی ڈاکٹر Bannock کے مطابق فروٹ کھانے کا سب سے اچھا وقت کھانوں کے درمیانی وقفے میں ہوتا ہے۔ یعنی تقریباً 30 منٹ کھانے سے پہلے اور کم از کم 2 گھنٹے کھانے کے بعد فروٹ کھانا چاہیے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ فروٹ باقی غذا کی طرح ہضم نہیں ہوتا بلکہ مختلف طریقے سے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر اسکو کھانے کے بعد یا ساتھ کھایا جائے تو یہ گیس پیدا کرتا ہے۔ دراصل ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے خوراک ہضم کرنے کے لیے Enzymes بنائے ہیں۔ جو اپنا کام خالی پیٹ میں اچھی طرح کرتے ہیں۔

جدید دور کے ساتھ گندم کو صاف کرنے کے طریقے، کھادوں اور اسپرے کا استعمال، کولڈ سٹوریج وغیرہ سے خوراک کی غذائیت میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ لہٰذا اکثر اوقات دواؤں کی صورت میں یہ اہم غذائی اجزاء کھانے پڑتے ہیں۔

صفائی کے اصولوں پر عمل سے صاف خوراک ہمارے اندر جائیگی جس سے پیٹ اور آنتوں کی سوزش سے بچاؤ عین ممکن ہے۔

دواؤں کے ناجائز استعمال سے بچاؤ:

ڈاکٹر سے مشورہ کیے بغیر یا اپنی مرضی سے زیادہ مقدار میں کچھ دوائیں لینے سے بھی پیٹ کی سوزش اور خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ خصوصاً ڈسپرین کے بے جا استعمال سے۔ اس کے لیے خاص احتیاط کرنی چاہیے۔

4۔ بیماریوں کا بروقت علاج: اس سے بعد میں ہونے والے Anemia کے مضر اثرات سے با آسانی بچا جاسکتا ہے۔

5۔ عمر رسیدہ افراد کا خصوصی خیال: چونکہ اس عمر میں بزرگ افراد اپنا خود خیال نہیں رکھ سکتے۔ ان کی خوراک کا خیال رکھنا ہمارا فرض ہے۔ خصوصاً دودھ، گوشت اور انڈے مناسب طریقے اور وقت پر دینا ضروری ہے۔

6۔ غریب لوگوں میں Anemia کے مرض کو ختم کرنے کے لیے اقدام:

چونکہ ہمارے ملک کا بڑا حصہ اِن افراد پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ اپنی خوراک کا خیال جہالت اور غربت کی وجہ سے خود ٹھیک طرح نہیں رکھتے لہٰذا اگر پڑھے لکھے اور مخیر حضرات جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے نوکروں اور ان کے بچوں کو اچھی خوراک فراہم کریں، ان میں بیماری کی علامات پہچان کر ان کو علاج کا مشورہ دیں یا علاج کروا دیں جو کہ کافی سستا ہوتا ہے یا اُن کو گاہے بگاہے بتاتے رہیں کہ خوراک کیسے کھانی چاہیئے اور صفائی کا خیال رکھیں تو اِن لوگوں کی صحت کافی بہتر ہو سکتی ہے اور Anemia کی کافی وجوہات کا سدباب ہوسکتا ہے۔ وہ بہترین شہری بن سکتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ آپ سے خوش ہوں گے۔ آپ اور ہم معاشرے کو بہتر کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے تو ہم اِن بچوں کے چہروں پر بھی صحت مند مسکراہٹ بکھیر سکتے ہیں جس سے لاکھوں تھکے ہوئے بیمار افراد اچھی طرح سے کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ ❀

مکتوب نبوی ﷺ

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے، معاذ بن جبلؓ کے نام

السلام علیک، میں خدائے واحد کی حمد کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہارا اجر بڑھائے اور تمہارے غم گین دل کو صبر عطا فرمائے، اور شکرِ الٰہی کی توفیق بخشے۔

حقیقت میں ہماری جانیں، ہمارے اہل وعیال اور ہمارے اموال اللہ کے عطیات میں سے مستعار امانتیں ہیں۔ جب تک چاہتا ہے اپنے بندے کو اُس سے بہرہ ور فرماتا ہے۔ اور جب وقتِ مقررہ آجاتا ہے تو واپس لے لیتا ہے۔

بندے کا فرض ہے کہ اللہ جب کوئی نعمت عطا فرمائے تو اس کا شکر ادا کرے، اور جب وہ نعمت واپس لے لی جائے تو صبر کرنا چاہیے۔

تمہارا فرزند اللہ کی ایک اچھی امانت تھا، اس نے جب تک چاہا تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا رکھا اور جب چاہا اجرِ عظیم کے عوض میں تم سے لے لیا، بشرطیکہ تم اللہ کی رضا پر صبر اختیار کرو۔

اے معاذؓ! اگر تم نے بے صبری اختیار کی تو تم اللہ کے یہاں اپنے اجر و ثواب کو ضائع کردو گے۔ اگر تمہیں یہ معلوم ہوجائے کہ اس صدمے پر تمہیں کس قدر اجر و ثواب اللہ کے یہاں دیا گیا ہے تو یہ صدمہ تمہاری نظر میں حقیر بن جائے گا۔

مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنے والوں سے اللہ نے جو وعدہ کیا ہے بلاشبہ آخرت میں تم اُسے پورا پورا پاؤ گے، اللہ کے وعدے سے تمہارا غم ہلکا ہوجانا چاہیے، جو ہونے والا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

والسلام

محمد رسول اللہ ﷺ

کہکشاں

عائشہ رسول ہاشمی

وقت کی پابندی

☆ وقت ایک انمول خزانہ ہے اسے اچھے کاموں میں صرف کرنا چاہیے۔

☆ وقت کی پابندی ہر انسان کو کرنا چاہیے۔اس سے زندگی میں تنظیم پیدا ہوتی ہے۔

☆ انسان اگر وقت ضائع کرے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انسان وقت کو ضائع نہیں کر رہا بلکہ وقت انسان کو ضائع کر رہا ہے۔

☆ وقت کی پابندی سے انسان میں وقار پیدا ہوتا ہے۔

☆ وقت ہی آگے چل کر انسان کو شعور عطا کرتا ہے۔

کچن کارنر

چکن جل فریزی

اشیاء: چکن ایک عدد۔نمک آدھا چائے کا چمچ۔سرخ مرچ ایک چائے کا چمچ،ادرک دو کھانے کے چمچ۔گھی آدھا کپ۔ٹماٹر اور ہرا دھنیا باریک کاٹ لیں۔

ترکیب: پہلے چکن کو ابال لیں اور بوٹیاں ہڈی سے اتار لیں۔اب گھی میں ابلا ہوا چکن،سرخ مرچ ،ادرک اور تھوڑا سا پانی ڈال کر فرائی کریں تا کہ پیاز گل جائے اب اسمیں ٹماٹر ڈال کر دم پر دے دیں جب پانی آدھا رہ جائے تو ہری مرچ اور دھنیا ڈال دیں اور دو منٹ بعد اتار لیں۔روٹی اور نان کے ساتھ کھ[ائ]یں۔

اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر

بہلول ہارون الرشید کے زمانے میں ایک مجذوب بزرگ تھے۔ایک مرتبہ کسی قبر میں پاؤں لٹکائے مٹی سے کھیل رہے تھے ،کسی نے پوچھا: بہلول! یہاں کیا کر رہے ہو؟ کہنے لگے: ایسے لوگوں کے پاس ہوں کہ اگر ان کی صحبت میں رہوں تو مجھے تکلیف نہیں دیتے اور ان سے دور رہوں تو میری غیبت نہیں کرتے۔

پوچھنے والے شخص نے کہا: مہنگائی بہ[ت] بڑھ گئی ہے اس کی کمی کے لیے دعا کریں۔فرمایا: ''خدا کی قسم! مجھے کوئی پرواہ نہیں، چاہے گندم کے دانے کی قیمت ایک دینار ہی کیوں نہ ہو جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ حق ہے کہ اس کے حکم کے مطابق اس کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ پر ہمارا حق ہے کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق ہمیں رزق دے، جب رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ کی ہے تو فکر کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے؟

دوستی

☆ اچھا دوست حاصل کرنے کے لیے پہلے خود اچھے بنو۔

☆ دوست خدا کا انمول تحفہ ہے اور یہ تحفہ قسمت والوں کو ہی ملتا ہے۔

☆ دوستی کرنے کے بعد دوست کو سچا پیار دو اس سے دھوکہ اور بے وفائی نہ کرو۔

☆ دوستی کی بنیاد ہی اعتماد ہے۔

☆ دوست سے کبھی بھی ایسی بات نہ کہو جس سے اس کا دل ٹوٹ جائے۔

☆ اچھے دوست کی دوستی ایک چھت کی مانند ہے جو آپ کو دھوپ اور بارش سے بچاتی ہے۔

☆ مخلص دوست ہزار بار روٹھے تو اسے مناؤ کہ اچھے دوست بار بار نہیں ملتے۔

☆ اپنے دوست کو ایسا تحفہ دو جس سے آپ کا خلوص اور ذوق ظاہر ہو۔

زلزلے کہاں زیادہ آتے ہیں

زلزلہ ایک قدرتی آفت ہے۔سائنس دان اس پر مسلسل تحقیق کر رہے ہیں اور وہ ان علاقوں پر جہاں بڑے زلزلے آتے ہیں اپنی نظر رکھتے ہیں۔وہاں مختلف آلات کے ذریعے مانیٹرنگ کی جاتی ہے۔ اس تحقیق سے جو نتائج سامنے آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ زلزلے چند مخصوص زون یا علاقوں میں زیادہ آتے ہیں۔زلزلے عموماً ایسے علاقوں میں زیادہ آتے ہیں جہاں سمندروں کے قریب جزیرے اور پہاڑیاں ہوں۔

زلزلوں کا پتا لگانے والے اور اس پر تحقیق کرنے والے ماہرین کو سیمولوجسٹک کہا جاتا ہے اور اب ایسے سیمومیٹرز لگائے جا چکے ہیں جو زلزلے سے قبل آنے والے ہلکے جھٹکوں کو محسوس کر کے زلزلے کی خبر دے دیتے ہیں۔

زلزلے کو ناپنے والے اسکیل

زلزلے کی شدت کو دو اسکیلز کے ذریعے ناپا جاتا ہے۔دی مرکلی اسکیل اس کے اثرات سے شدت کو ناپا جاتا ہے۔یہ ''غیر محسوس'' یعنی نمبر 1 سے ''مکمل تباہی'' یعنی نمبر 12 تک زلزلے کو ناپ سکتا ہے۔جبکہ ریکٹر اسکیل شاک ویوز یا جھٹکوں کے تناسب سے زلزلے کو ناپتا ہے۔

دستک

عزیز القدر بھائیو اور بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

بلاشبہ اللہ کے قرب ولقاء اس کی معرفت وحکمت اور دیدار کے حصول کا آسان اور موثر راستہ سرکار ابد قرار احمد مختار ﷺ کا اتباع یعنی اسوہَ حسنہ اختیار کرنا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

"تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ سے ملاقات اور یوم آخرت کا امیدوار ہو،

رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس، اتباع کے لیے ایک بہترین نمونہ ہیں۔ (الاحزاب:۲۱)

آپ ﷺ بہترین اخلاق پر ہیں اور اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں لیے رحمت بنا کر بھیجا حضور سرورِ کائنات ﷺ کے بہترین امتی ہونے کے ناطے ہم سب بہن بھائیوں کا اخلاق مثالی ہونا چاہیے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ نہ صرف اخلاقِ عالیہ کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں بلکہ آپ ﷺ کے ارشادِ گرامی کے مطابق آپ ﷺ کو مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا، اخلاقِ عالیہ کیا ہے؟ اعلیٰ سیرت وکردار اور حقوق کی بخوشی ادائیگی۔ اخلاق عبادت ہے۔ صداقت وامانت، صبر و استقامت، تقویٰ وطہارت: حیا اور سادگی، ایفائے عہد، نرم مزاجی، عدل واحسان، شکر ورحمت اور غریب پروری جیسے اوصاف سے حضور سرکار دو عالم ﷺ کی شخصیت مبارکہ ایسے ہی اعلیٰ اوصاف کا مرقع ہے۔ تو آیئے اتباع رسول ﷺ کے حوالے سے ہم اپنے دلوں پر دستک دیں اور دیکھیں کہ کیا ہم:

1- احکام الٰہی کو اپنی خواہشات پر مقدم رکھتے ہیں؟

2- احکام الٰہی اور اتباع رسول ﷺ کے معاملے میں مستقل مزاج صابر اور ثابت قدم ہیں؟

3- نماز کی پابندی سختی سے کرتے ہیں؟

4- توبہ استغفار اور درود وسلام کو مستقل وظیفہ کے طور پر جاری رکھے ہوئے ہیں؟

5- ذکر الٰہی اور تبلیغ دین کا حق پوری طرح ادا کرتے ہیں؟

6- اپنے فرائض منصبی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پوری تندہی سے ادا کرتے ہیں؟

7- عفت وعصمت وشرم وحیاء پارسائی اور پاکدامنی کی زندگی گذارتے ہیں؟

8- اپنی زندگی کے ہر شعبے میں سچائی اور ایمانداری کو اپناتے ہیں؟

9- زکوٰۃ صدقات اور حلقہ فنڈ کی ادائیگی باقاعدگی سے کرتے ہیں؟

10- اپنے عزیز واقارب اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اور احسان کا رویہ رکھتے ہیں؟

سب بھائیوں اور بہنوں سے درخواست ہے کہ اس سوالنامہ پر غور فرمائیں اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کا پختہ عزم کریں کہ قیامت کے دن سرخرو اٹھائیں جائیں

آپ احباب سے مزید درخواست ہے کہ اپنے ایسے احباب کے نام اور پتہ جات ہمیں ارسال فرمائیں جنہیں آپ ماہنامہ مومن سے متعارف کروانا پسند فرماتے ہوں۔

مزین رسول ہاشمی


LA
Louis Arden
Louis Arden
QUARTZ
Distributors: Jasina Trading Est.
P.O.Box: 15700, Deira, Dubai, U.A.E. Tel: +971 4 2233928
Fax: +9714 2272296 E-mail: jaseena@emirates.net.ae